ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

21

www.tanzeem.org

27 مئی تا 2 جون 2014ء/ 27 رجب تا 4 شعبان المعظم 1435ھ

اس شمارے میں

مودی: ہندو ذہنیت مجسم صورت میں

غلبۂ دین: رسول اللہ ﷺ کا مشن

راہ میں رہبر مل گیا!

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو......

عمران خان اور طاہر القادری کا احتجاج

مسٹر سے مولوی تک!

نوجوانوں میں جرائم کے اسباب

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

ایمان کا تقاضا: احتساب

''خسران سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی باقاعدگی سے اپنا احتساب کرتا رہے۔ ہر نماز کے بعد اور ہر دن کو ختم کرنے پر وہ یہ دیکھے کہ کسی ادنیٰ رفتار سے بھی عقائد میں، عبادات میں، اخلاق میں، تحریکی جدوجہد میں، فریضۂ سمع و طاعت میں، دعوتِ حق کے پھیلانے میں پسپائی تو نہیں ہو رہی؟ فخر وریا اور شہرت طلبی اور مفاد پسندی کی منحوس پرچھائیاں تو ذہن پر نہیں پڑ رہیں؟

خرابی جب آتی ہے تو چوروں کی طرح دم سادھے ہمارے حریم ذات میں داخل ہوتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر اپنا زہر پھیلاتی ہے۔ آدمی نفس اور ماحول کے دباؤ سے بعض اُمور میں ہلکی ہلکی تاویلیں کرتا ہے اور انحرافی طرزِ عمل اختیار کرنے کے لیے خاصے دلائل جمع کرتا ہے، تا کہ اپنے ضمیر اور بیرونی ناقدین و معترضین کا مقابلہ کر سکے۔ تاویلوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُصول و حدود اور مقاصد و غایات اور اخلاقی شعائر کی جو لکیریں کتاب و سنت کی روشنی میں بہت سوچ سمجھ کر لگائی گئی تھیں اور جن کی سال ہا سال تک پاسداری کی جاتی رہی ہے، انہیں ذرا آگے پیچھے کیا جا سکے۔ بس ایک دفعہ اگر کسی گوشے میں یہ عمل کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر دوسرے گوشوں میں بھی ایسا ہونے لگتا ہے۔ پہلے اگر پسپائی یا انحراف کا عمل انچ کے دسویں حصے تک محدود تھا تو کسی دوسرے مرحلے میں پورے انچ کا فرق پڑ جاتا ہے اور بعد ازاں کسی اور موقع پر فٹ بھر کا اور آگے چل کر میل بھر کا! تاریخ میں انسانی کردار کے لیے سنت اللہ یہی ہے کہ جو تھوڑا سا آگے بڑھنے کے لیے زور لگاتا ہے، اسے زیادہ پیش قدمی کے لیے حالات مہیا کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح جو قدم کو پیچھے ہٹاتا ہے اس کو مزید پیچھے ہٹانے والے حالات پیش آتے ہیں۔ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی

اس خطرے سے تحفظ صرف احتساب میں ہے۔ احتساب کرتے ہوئے ہمیشہ اپنے اوّلین طے کردہ حدود و قیود کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ پھر دیکھنا چاہیے کہ ان خطوط و حدود میں کیا تبدیلی کی گئی۔ یوں بھی سوچا جا سکتا ہے کہ کل تک کسی معاملے میں التزام اور کسی غلط چیز سے اجتناب اور کسی خاص رویے کی پسند و ناپسند کے بارے میں ایک شخص (یا سارا گروہ) کہاں قدم جمائے ہوئے تھا اور آج کہاں ہے!

نعیم صدیقیؒ

الھدیٰ (613)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

سُورۃُ النّحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 9 تا 3

اَفَمَنۡ یَّخۡلُقُ کَمَنۡ لَّا یَخۡلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ
لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۸﴾ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ وَ مَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا
یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡئًا وَّ ہُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ ﴿۲۰﴾ اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ ۚ وَ مَا یَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۲۱﴾

آیت ۱۷ ﴿اَفَمَنۡ یَّخۡلُقُ کَمَنۡ لَّا یَخۡلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۱۷﴾﴾ ''تو کیا جو (یہ سب کچھ) پیدا کرتا ہے اُن کی طرح ہے جو (کچھ بھی) پیدا نہیں کرتے؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟''

مشرکین عرب نے مختلف ناموں سے جو بت بنا رکھے تھے اُن کے بارے میں اُن کا عقیدہ تھا کہ وہ اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے۔ سورۂ یونس کی آیت ۱۸ میں ان کے اس عقیدے کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے: ﴿وَیَقُوۡلُوۡنَ ہٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں''۔ اللہ کے بارے میں ان کا ماننا تھا کہ وہ کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کا خالق ہے اور وہ یہ بھی تسلیم کرتے تھے کہ ان کے معبودوں کا اس تخلیق میں کوئی حصہ نہیں اور نہ ہی وہ کوئی چیز تخلیق کر سکتے ہیں۔ قرآن میں ان کے اس عقیدے کا بھی بار بار ذکر آیا ہے: ﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰہُ ؕ﴾ (لقمان: ۲۵) ''اگر آپؐ ان سے پوچھیں گے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو لازماً یہی کہیں گے کہ اللہ نے!'' ان لوگوں کے اسی عقیدے کی بنیاد پر یہاں یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ تمہارے یہ خود ساختہ معبود' جو کچھ بھی تخلیق کرنے کی قدرت نہیں رکھتے' کیا اُس اللہ کی مانند ہو سکتے ہیں جو اس کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کا خالق ہے؟ اور اگر تم تسلیم کرتے ہو کہ اس سوال کا جواب نفی میں ہے تو کیا پھر بھی تم لوگ نصیحت نہیں پکڑتے ہو؟

آیت ۱۸ ﴿وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ﴾ ''اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو اُن کا احاطہ نہیں کر سکو گے۔''

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی گنتی تو کجا اس کی بے شمار نعمتیں ایسی ہیں جن سے انسان فیض یاب تو ہو رہا ہے لیکن ان تک انسان کے علم اور شعور کی ابھی پہنچ ہی نہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۸﴾﴾ ''یقیناً اللہ بہت بخشنے والا' نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

آیت ۱۹ ﴿وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۱۹﴾﴾ ''اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔''

آیت ۲۰ ﴿وَالَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡئًا وَّہُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ ﴿۲۰﴾﴾ ''اور جن کو یہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا وہ کچھ پیدا نہیں کرتے' بلکہ وہ تو خود پیدا کیے گئے ہیں۔''

انبیاء ورسلؑ ہوں' ملائکہ ہوں یا اولیاء اللہ' سب مخلوق ہیں' خالق صرف اللہ کی ذات ہے۔

آیت ۲۱ ﴿اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ ۚ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۲۱﴾﴾ ''مُردہ ہیں' زندہ نہیں ہیں۔ اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

جن اولیاء اللہ کے ناموں پر انہوں نے بت بنا رکھے ہیں وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں' وہ فوت ہو چکے ہیں اور انہیں کچھ معلوم نہیں کہ قیامت کب برپا ہو گی اور کب انہیں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

فرمان نبویؐ

جائز کام کے لیے سفارش کرنا

عَنۡ اَبِی مُوۡسیٰ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: اَنَّہٗ کَانَ اِذَا اَتَاہُ السَّائِلُ اَوۡ صَاحِبُ الۡحَاجَۃِ قَالَ: ((اشۡفَعُوۡا فَلۡتُوۡجَرُوۡا وَیَقۡضِیَ اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ رَسُوۡلِہٖ مَا شَاءَ))

(متفق علیہ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ: نبی ﷺ کے پاس جب کوئی سائل (عطیہ لینے کے لیے) یا حاجت مند آتا تو آپؐ لوگوں سے فرماتے: ''تم (اس کے بارے میں مجھ سے) سفارش کرو۔ (میں تمہاری سفارش قبول کروں یا نہ کروں لیکن بہر حال) تمہیں اجر و ثواب ضرور ملے گا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے فیصلہ فرماتا ہے۔''

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مودی: ہندو ذہنیت مجسم صورت میں

"اگر گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کتے کا پلاّ ٹائر کے نیچے کچلا جائے تو افسوس تو ہوتا ہے"۔ یہ ہے بھارت کے نامزد وزیراعظم نریندر مودی کا اس سوال کا جواب کہ گجرات میں آپ کے دور میں ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہوا، کیا آپ کو اس کا افسوس نہیں ہے؟ بھارتی عوام نے بحیثیت مجموعی اس شخص کے حق میں فیصلہ دیا ہے جو اس ذہنیت کا مالک ہے۔ بی جے پی نے اور خصوصاً نریندر مودی نے اپنی انتخابی مہم کو پاکستان کے خلاف نفرت کی بنیاد پر چلایا اور زبردست کامیابی حاصل کی۔ اس نفرت کا اظہار صرف پاکستان کے خلاف نہیں کیا گیا بلکہ ہندوستان کے مسلمان بھی اس کا ہدف تھے۔ بالواسطہ طور پر انہیں دھمکایا بھی گیا اور یہ دھمکی کارگر بھی ثابت ہوئی۔ آخر گجرات کے مسلمانوں کو کیا مصیبت پڑی تھی کہ انہوں نے اپنے قاتل کو ووٹ ڈالے۔ بہرحال پاکستان میں بھی ایک بہت بڑا حلقہ سمجھتا ہے کہ بھارت کے انتہا پسند پاکستان کی سلامتی کے لیے مسائل کھڑے کریں گے۔

ہماری دیانت دارانہ رائے ہے کہ بھارت میں ایسی انتہا پسند حکومت کا قائم ہونا اور ایک ایسے شخص کا اس کا سربراہ ہونا جو مسلمانوں کے قتل عام کو کتے کی موت گردانتا ہے' یقیناً پاکستان کی سلامتی کا بدترین دشمن ہوگا' لیکن ہم اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ کانگریس بھی کسی طرح پاکستان دشمنی میں پیچھے نہ تھی۔ البتہ وہ منافقت کا مظاہرہ کرتی تھی اور بغل میں چھری اور منہ میں رام رام کا عملی مظاہرہ کرتی تھی۔ سقوط ڈھاکہ کا سانحہ اندرا گاندھی کی کانگرسی حکومت میں وقوع پذیر ہوا۔ داخلی سطح پر پاکستان کی غلطیاں اپنی جگہ پر لیکن کون اس حقیقت سے انکار کرسکتا ہے کہ پاکستان کو دولخت کرنے میں بھارت کا مرکزی اور کلیدی رول تھا اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ بھارت کی مدد کے بغیر بنگلہ دیش کا قیام ممکن نہ تھا۔ "ہم نے ہزار سالہ شکست کا بدلہ لے لیا اور دوقومی نظریہ کو خلیج بنگال میں غرق کر دیا ہے"۔ یہ الفاظ اندرا گاندھی کے دل کی آواز تھی اور پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف بھرپور نفرت کا اظہار تھا۔ اگر اس وقت بی جے پی اور نریندر مودی ہوتے تو اس سے زیادہ کیا کرتے جو اندرا گاندھی حکومت نے کیا۔ بہرحال پاکستان اور مسلمانوں کے حوالہ سے مودی ایک عرصہ سے جس طرح زہر اگل رہا ہے اسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ اندرون بھارت گجرات کے مسلمانوں کے قتل عام کے علاوہ بابری مسجد کی شہادت میں اس کا تخریبی کردار اس کی اسلام دشمنی پر دلالت کرتا ہے اور بیرون بھارت اس کے اسلام دشمن قوتوں سے گہرے تعلقات ہیں۔ یہ خبر کوئی عام نوعیت کی نہیں ہے کہ حال ہی میں کچھ اسرائیلی یہودی بھارت آئے اور مودی کے گھر میں ٹھہرے اور امریکی سفیر بھی خود چل کر مودی کے گھر گئے اور ان کی مہمان داری سے لطف اندوز ہوئے۔ یہ اس اتحاد ثلاثہ (بھارت+اسرائیل+امریکہ) کی عملی سرگرمیاں ہیں جو گلوبل سطح پر امت مسلمہ کے خلاف وجود میں آچکا ہے۔ رہ گئی بات خاص طور پر پاکستان کی تو مودی اس معاملے میں بال ٹھاکرے کے فلسفہ کے قائل ہے اور اُس کے لیے پاکستان کا وجود ناقابل برداشت ہے۔ داؤد ابراہیم کو پاکستان سے اسی طرح اٹھا لیا جائے گا جس طرح امریکہ اسامہ بن لادن کو لے گیا تھا"۔ یہ بیان ظاہر کرتا ہے کہ وہ پاکستان کے اندر کھلم کھلا کارروائیاں

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
27 مئی تا 2 جون 2014ء جلد 23
27 رجب تا 4 شعبان المعظم 1435ھ شمارہ 21
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

کرنے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ وہ سارے نکات ہیں جو مودی کے انتخاب کے حوالہ سے پاکستان کے لیے تشویش کا پہلو رکھتے ہیں۔ لیکن اسلام اور پاکستان دشمن شخص کا بھارت کا وزیر اعظم بن جانا بعض پہلوؤں سے مسلمانانِ پاکستان پر مثبت اور مفید اثرات بھی مرتب کرے گا۔ سب سے پہلا اور انتہائی اہم فائدہ تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں کے سیکولر اور نام نہاد لبرل لوگ اگر رتی بھر بھی شرم رکھتے ہیں اور حقیقت کو تسلیم کرنے کی معمولی سی بھی خواہش رکھتے ہیں تو انہیں دو قومی نظریہ کو اب علی الاعلان تسلیم کر لینا چاہیے اور مذہب ہی تقسیم ہند کی بنیاد تھا اس اٹل حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے اور اب اس بحث کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کرنا ہو گا کہ پاکستان کے قیام کی اصل بنیاد کیا تھی؟

بھارت کے مسلمان اس وقت سہمے ہوئے ہیں۔ دہلی کی تاریخی مسجد کے امام کا یہ کہنا کہ ہم پر لفظ اقلیت کے معنی جتنے اب واضح ہوئے ہیں پہلے کبھی نہ تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں کے مستقبل کے حوالہ سے اور ہندو ذہنیت کو سمجھنے کے حوالہ سے مسلم لیگ کا نقطہ نظر کس قدر صحیح اور مبنی برحق تھا۔ دیانت داری اور اخلاقیات کا تقاضا ہے کہ اب سب اس حقیقت کو تسلیم کر لیں۔ یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ برصغیر کی تقسیم مذہب کی بنیاد پر ہوئی تھی اور یہ مطالبہ خود پاکستان کی معمار جماعت کی طرف سے کیا گیا تھا تو پھر کس منطق اور دلیل کی بنیاد پر پاکستان کی ترقی و تعمیر اور اس کا استحکام اسلام کے علاوہ کسی اور ازم یا نظریہ میں سمجھنا درست ہوگا اور کیسے کسی اور ازم یا نظریہ کا نفاذ نافع ثابت ہو سکے گا؟

اس وقت پاکستان بیک وقت خانہ جنگی کا شکار بھی ہے اور بیرونی دشمنوں سے پنجہ آزمائی بھی کر رہا ہے۔ کیا انسانی تاریخ میں کسی ایسی ریاست کو بیرونی دشمنوں کے مقابلے میں کامیابی نصیب ہوئی ہے جس میں خانہ جنگی ہو رہی ہو۔ قسمت کا نوحہ کہیں یا اپنی بدکرداری اور بداعمالیوں کا نتیجہ قرار دیں کہ مسلمانانِ پاکستان کے خون پسینہ سے وجود میں آنے والی قابل فخر فضائیہ جب آسمانوں میں گڑگڑاہٹ پیدا کرتی ہے تو پاکستان اور اسلام کے دشمنوں پر قیامت نہیں ڈھاتی بلکہ اپنے قبائلی مسلمان بھائیوں کو خون میں لت پت کر دیتی ہے۔ آگے بڑھئے ایک ٹیلی ویژن چینل وجہ تنازعہ ہے اور حکومت پاکستان بمقابلہ افواجِ پاکستان ایک بھرپور جنگ باقاعدہ صف بندی کے ساتھ کر رہے ہیں۔ وہ الیکٹرانک میڈیا جو آزادی کا دعوے دار تھا اور کنگ میکر کی حیثیت اختیار کر چکا تھا، باہم دست و گریبان ہے اور ایک دوسرے کی ناک خاک آلود کرنے پر ساری توانائیاں صرف کر رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا وہ فرمان مبارک کہ ایک وقت آئے گا کہ نہ قاتل جانتا ہوگا کہ وہ کس کو اور کیوں قتل کر رہا ہے اور نہ مقتول جانتا ہوگا کہ کس بنا پر اس کو قتل کیا جا رہا ہے۔ آج کراچی کے شہری عملی طور پر اس صورت حال سے دوچار ہیں۔ مہنگائی نے عوام کو ادھ موا کر دیا ہے۔ لوگ نفسیاتی مریض بن چکے ہیں، خودکشیاں ہو رہی ہیں اور یہ انہونی بھی ہو رہی ہے کہ مائیں اپنے ہاتھوں سے بچوں کو زہر دے کر مار رہی ہیں۔ طبقاتی تقسیم اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ امیر و غریب کے معیارِ زندگی کے تفاوت کو کسی بھی پیمانہ سے نہ ناپا جا سکتا ہے، نہ تولا جا سکتا ہے۔ اس پس منظر میں پاکستان میں محض فلاں کی حکومت چلی جائے اور فلاں کی آ جائے۔ کیا ایسی کاسمیٹک تبدیلی سے ہمارے حالات بہتر ہو سکتے ہیں اور ہم اس پوزیشن میں آ سکتے ہیں کہ مودی کے ناپاک عزائم کو ناکام بنا سکیں گے؟ بھارت کے مسلمانوں کو مودی سے بچانا تو بعد کی بات ہے پاکستان کی طرف بڑھنے والے اس کے ہاتھ توڑ سکیں گے۔ اس کی میلی آنکھوں سے روشنی چھین سکیں گے۔

مودی کون ہے اور کیا ہے در حقیقت اللہ رب العزت نے ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے مجموعی ہندو ذہنیت کو ایک جسم، ایک فرد، ایک انسان کی صورت میں ہمارے سامنے لا کھڑا کیا ہے اور ہندو بھی ایسا جو بچپن میں بدترین محرومیوں کا شکار رہا ہے۔ جو غربت کے ہاتھوں ذلت و رسوائی کا شکار ہوا۔ وہ معاشرے کا پٹا ہوا شخص ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ایسے انسان کو اگر اقتدار مل جائے تو وہ کتنا ظالم اور انتقامی جذبے کا حامل ہوتا ہے اور دنیا میں کس قدر تباہی و بربادی پھیلاتا ہے۔ یہ سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ ہمارے فرار کے تمام راستے مکمل طور پر بند ہو چکے ہیں۔ لہٰذا مودی سرکار کے آنے کا مثبت اور مفید نتیجہ یہ نکلنا چاہیے کہ ہم بھی گمشدہ راہ کو دوبارہ پائیں۔ ہم پھر یوٹرن لیں اور جو کج راہی منزل کو دور سے دور کرتی چلی جا رہی تھی اس کو ترک کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہوں، یعنی اللہ کے دامن سے چمٹ جائیں۔ محمدؐ کی پیروی کو زندگی کا شعار بنائیں۔ ہمارا مرنا جینا، ہماری قربانی، اللہ اور اس کے دین کی خاطر ہو۔ اگر ایسا ہو جاتا ہے تو صرف پاکستان اپنے دفاع کے حوالے سے نہیں بلکہ اُمت مسلمہ کے قائد کی حیثیت سے عالمی طاغوتی قوتوں کو ترکی بہ ترکی جواب دے سکے گا۔ ایسی صورت میں مودی ہاتھ جوڑتا ہوا اور نمستے مہاراج کہتا ہوا اہل پاکستان کے قدموں میں پڑا ہوگا۔ اس لیے کہ ہندو ذہنیت کا خاصہ ہے کہ وہ کمزور اور ناتواں کے سامنے بڑی بہادر اور دلیر ہے اور بدترین ظلم روا رکھتی ہے، لیکن سامنے اگر گھونسہ بڑا ہوا اور زوردار ہو تو ہندو جیسا بزدل اور ڈرپوک دنیا میں کوئی اور نہ ہوگا۔ لہٰذا بال ہماری کورٹ میں ہے، اب ہمیں آخری فیصلہ کرنا ہوگا دل یا شکم۔ شاید کوئی مزید موقع نہ دیا جائے آج اور صرف آج، ہمارے پاس کل کی کوئی گارنٹی نہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین یا رب العالمین!

☆☆☆☆☆

غلبۂ دین: رسول اللہ ﷺ کا خصوصی مشن

سورۃ الصّف کی آیات 9 تا 13 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 9 مئی 2014ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! گزشتہ 4،3 جمعوں سے سورۃ الصّف ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کی اس اعتبار سے غیر معمولی اہمیت ہے کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کے خصوصی مشن اور مقصد بعثت کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول کو بھیجا تو ایک خاص مشن ان کے سپرد کیا، اور وہ مشن اظہار دین کا مشن ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت تاریخ کے ایک خاص دور میں ہوئی۔ آپؐ کو اکثر نبیوں اور رسولوں سے کم حیات عطا ہوئی، لیکن آپؐ کا مشن بہت بڑا تھا۔ آپؐ نے وہ سارے کام بھی کیے جو باقی نبیوں اور رسولوں نے کیے۔ مثلاً دعوت، تبلیغ، تربیت، ابلاغ، تذکیر، نصیحت۔ لیکن آپؐ نے خصوصی مشن کے تحت دین حق کو غالب بھی کیا۔ اس خصوصی مشن کے پہلو سے زیر درس سورت بہت اہم ہے۔ سورۃ الصّف کی آیت 9 جس کا ہم مطالعہ کر رہے تھے، میں آپؐ کے اسی مشن اور مقصد بعثت کا بیان ہے۔ فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (٩)﴾

(ترجمہ) ''وہی تو ہے جس نے پیغمبرؐ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو بُرا ہی لگے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو دو چیزیں دے کر بھیجا۔ ایک الھدیٰ یعنی قرآن حکیم ہے۔ قرآن کا نزول دشمنان اسلام بالخصوص یہود پر بہت بھاری تھا۔ چنانچہ انہوں نے کئی بار نبی ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کی، تاکہ کسی طرح وحی کا سلسلہ بند ہو۔ یہود کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے تھے کہ یہ نعمت ہدایت اُمیین کو کیوں مل گئی۔

دوسری چیز جو آپؐ کو عطا کی گئی وہ دین حق، دین کا نظام عدل اجتماعی ہے، جو نوع انسانی لیے اعلیٰ ترین عادلانہ نظام ہے۔ یہ نظام عدل کسی ایک گاؤں یا علاقے کے لیے نہیں پوری ورلڈ کے لیے ہے۔ یہ درحقیقت ورلڈ آرڈر ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت صرف قریش یا اہل عرب کے لیے نہیں، پوری انسانیت کے لیے ہے۔ آپؐ پوری دُنیا کے لیے اور قیامت تک کے تمام زمانوں کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے۔ لہٰذا آپؐ جو کامل نظام لے کر آئے وہ بھی قیامت تک کے انسانوں کے لیے ہے۔ یہ دین حق اور نظام عدل آپؐ کو اس لیے دیا گیا کہ آپؐ اُسے پورے نظام اطاعت پر

مرتب: ابواکرام

غالب کریں۔ یہ آپؐ کا مقصد بعثت ہے۔ اعدائے اسلام کو خواہ کتنا بھی ناگوار گزرے، یہ دین بہرحال تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا۔ نبی اکرم ﷺ کے ذریعے اسلام کا جھنڈا سر بلند ہوگا اور رب کی دھرتی پر رب کا نظام اپنی بہاریں دکھائے گا۔ یہ بات قرآن حکیم میں تین مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ زیر درس مقام کے علاوہ یہ دو اور مقامات سورۃ التوبہ اور سورۃ الفتح میں بھی آئی ہے۔ یہاں اور سورۃ التوبہ کی آیت 33 میں آخر میں الفاظ ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝﴾ آئے ہیں۔ اس میں یہ بات مضمر ہے کہ مشرکوں کو یہ کبھی گوارا نہ ہوگا کہ اللہ کا دین یہاں پر غالب ہو۔ اسلام کے دشمن اپنے منہ کی پھونکوں سے اس چراغ کو گل کرنے کی پوری کوشش کریں گے، لیکن اللہ کا فیصلہ ہے کہ دین غالب ہو کر رہے گا۔ البتہ یہ کام یونہی نہیں ہو جائے گا بلکہ اس کے لیے جہاد و قتال کرنا ہوگا۔ مشرکین بہرحال اس کام میں مزاحمت کریں گے۔ اور اپنے باطل نظام کے تحفظ کے لیے پورا زور لگائیں گے۔ لہٰذا تمہیں ان کے خلاف جہاد و قتال کرنا ہوگا۔

غلبۂ دین کا ایک مرحلہ مشرکین عرب کو مفتوح کر کے جزیرہ نما عرب کی حد تک دین کو غالب کرنا تھا۔ یہ مرحلہ فتح مکہ پر تکمیل کو پہنچ گیا، جب سرزمین عرب کی حد تک دین غالب ہو گیا، حق آ گیا اور باطل نیست و نابود ہو گیا۔ لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی بعثت صرف اہل عرب کے لیے نہیں ہے۔ آپؐ کو صرف اُمیین کی طرف نہیں بھیجا گیا تھا، بلکہ پوری دُنیا کے لیے بھیجا گیا تھا۔ لہٰذا فتح مکہ آپؐ کے مشن کی آخری انتہا نہ تھی۔ اس کے بعد بیرون عرب بھی اس دین کو غالب ہونا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اسلامی انقلاب کی بیرون عرب توسیع کا مرحلہ شروع ہو گیا۔ اور رومیوں سے تبوک کے مقام پر جنگ ہوئی، جسے غزوۂ تبوک کہا جاتا ہے۔ آپؐ کا مشن تکمیلی شان کے ساتھ تب پورا ہوگا جب کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو جائے گا۔ چنانچہ آپؐ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی آپؐ کے جاں نثار صحابہؓ اس مشن کو لے کر آگے بڑھتے رہے۔ وہ سلطنت فارس اور سلطنت روما سے ٹکرا گئے اور تھوڑے ہی عرصے میں انہوں

نے اسلام کو بائیس لاکھ مربع میل کے علاقے پر غالب کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس نبویؐ مشن ہی کے لیے گھر بار چھوڑے تھے، ورنہ مدینہ کی گلیاں کسے عزیز نہ تھیں۔ کوئی بھی وہاں سے نکلنا کبھی گوارا نہ کرتا۔ یہ دراصل محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے مشن کے ساتھ وفاداری تھی کہ وہ مدینہ سے نکلے اور غلبہ دین کے لیے جہاد و قتال کیا، اس راہ میں جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی صحابی کہیں دفن ہیں اور کوئی کہیں۔ میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر قسطنطنیہ کے پاس ہے۔ بہرکیف جب بھی نظام کو بدلنے کی سعی ہوگی اس کے راستے میں مزاحمت ہوگی۔ روڑے اٹکائے جائیں گے۔ اسلام کا راستہ روکنے کے لیے ہر طرح کی کوششیں کی جائیں گی۔ ساری شیطانی اور طاغوتی قوتیں مل کر اسلام کا راستہ روکیں گی۔ لہٰذا اہل اسلام کو ان قوتوں کے ساتھ جنگ کرنی ہوگی۔ جنگ و قتال کے بغیر اور راہ حق میں خون بہائے بغیر یہ دین غالب نہ ہوگا۔ اگلی آیات میں یہی بات فرمائی گئی ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (۱۰)﴾

”مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے۔“

انسان کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ آخرت میں جہنم کے عذاب سے بچ جائے۔ یہ دُنیا دارالامتحان ہے۔ یہاں انسان مسلسل امتحانوں سے گزرتا ہے۔ اگر وہ امتحان زندگانی میں سُرخرو ہو جائے تو آخرت میں جہنم کے عذاب سے بچ جائے گا۔ اہل ایمان سے فرمایا جا رہا ہے کہ کیا تم عذاب الیم سے چھٹکارا، امتحان زندگانی میں کامیابی چاہتے ہو؟ اگر فی الواقع تمہیں نجات اُخروی مطلوب ہے تو اس کا راستہ یہ ہے کہ

﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۱)﴾

”(وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔“

یعنی نجات کا راستہ یہ ہے کہ اللہ پر پختہ یقین رکھو، اس حقیقت کو دل میں جاگزیں کرو کہ اللہ ہی میرا رب ہے اور محمد ﷺ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ پھر یہ کہ اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، اپنی جانوں سے بھی اور مال سے بھی۔ غلبہ دین کے مشن کی تکمیل بغیر جہاد کے ممکن نہیں۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ دین غالب ہو کر رہے گا۔ لیکن اس کے لیے صرف دعوت اور تبلیغ کافی نہیں، بلکہ جہاد و قتال کے مراحل بھی طے کرنے ہوں گے۔ یہ ہے غلبہ دین کے لیے دعوت جہاد۔ انہی آیات جہاد سے امریکہ آج ڈرتا ہے۔ یہ امریکا اور اتحادیوں ہی پر موقوف نہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ خود مسلمانوں کے دانشور مسلمانوں کو یہ بتا رہے ہیں کہ اسلام میں جہاد و قتال کی گنجائش نہیں۔ یہ تو امن و سلامتی کا دین ہے۔ بلاشبہ اسلام امن و سلامتی کا دین ہے، لیکن اس طرف دھیان کیوں نہیں دیا جاتا کہ یہ امن و سلامتی پیدا کیسے ہوگی۔ یہ امن و سلامتی کی فضا تب پیدا ہوگی جب باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر اللہ کے دین کو قائم کر دیا جائے گا۔ اسلام کو غالب کیے بغیر دُنیا میں کبھی امن نہیں آسکتا۔ لہٰذا مسلمانوں کو جہاد کرنا ہوگا، راہ حق میں گردنیں کٹانا ہوں گی۔ یہی اُن کے رب کا تقاضا ہے۔ علامہ اقبالؒ کے بڑے خوبصورت اشعار ہیں۔

مقام بندگی دیگر مقام عاشقی دیگر
ز نوری سجدہ می خواہی ز خاکی بیش ازاں خواہی
چناں خود را نگہداری کہ با ایں بے نیازی یا
شہادت بر وجود خود ز خونِ دوستاں خواہی!

اللہ تعالیٰ اپنی خاکی مخلوق انسان سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی گردن کٹوا کر، اپنا خون دے کر اُس کی توحید کی گواہی دے اور اپنی وفاداری ثابت کرے۔ نبی اکرم ﷺ کے وفاداروں سے یہ تقاضا ہے کہ غلبہ دین کے نبویؐ مشن کی تکمیل میں آپؐ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جہاد کریں،

پریس ریلیز 23 مئی 2014ء

اگر ہم نے نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دے کر پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنایا ہوتا تو نہ صرف خود پاکستان مضبوط ہوتا بلکہ مسلمانانِ بھارت کے لیے بھی تقویت کا باعث ہوتا

حافظ عاکف سعید

لاہور (پ ر) بھارت میں ہندو انتہا پسند جماعت کا برسرِ اقتدار آنا اس خطے کے مسلمانوں کے لیے انتہائی تشویشناک ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ 1971ء کی جنگ سے پہلے بھارت کے مسلمان اپنے تحفظ کے لیے پاکستان کی طرف دیکھتے تھے لیکن اس جنگ کے بعد بھارت کا مسلمان سمجھ گیا کہ پاکستان تو اپنی حفاظت نہیں کر سکتا، مصیبت کے وقت ہمارا تحفظ کیسے کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ قوم کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ یہ نوبت کیوں آئی، پاکستان اپنا تحفظ کیوں نہ کر سکا۔ درحقیقت پاکستان نے نظریۂ پاکستان سے لاتعلقی اختیار کر کے مغرب اور بھارت کی طرح سیکولرازم کو اپنانے کی کوشش کی جس سے یہ عملی سوال پیدا ہو گیا کہ اگر کلچر یکساں ہے، طرزِ بودوباش یکساں ہے تو درمیان میں یہ لکیر کھینچنے کی کیا ضرورت تھی۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم نے نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دے کر پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنایا ہوتا تو نہ صرف خود پاکستان مضبوط اور ناقابل تسخیر ہوتا بلکہ مسلمانانِ بھارت کے لیے بھی تقویت کا باعث ہوتا۔ انتہا پسند بھارت انہیں نقصان پہنچانے سے پہلے سو بار سوچتا کہ ایک مضبوط قوم اور ایک مضبوط ملک بھارتی مسلمانوں کی پشت پر ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک ایسا ملک اپنا تحفظ بیرونی دشمنوں سے کیسے کر سکے گا جو خانہ جنگی کا شکار ہو چکا ہے۔ شمالی وزیرستان پر فوج حملہ آور ہو چکی ہے، ایک نیوز چینل حکومت اور فوج کے درمیان وجہ تنازعہ بنا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی بقا اور استحکام کے لیے پاکستان کی اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہوگا، یعنی رب کی زمین پر رب کا قانون نافذ کرنا ہوگا۔ (جاری کردہ: مرکزی ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی، پاکستان)

قربانیاں دیں، ایثار کریں، اس راہ میں جان و مال بھی کھپائیں اور وقت بھی لگائیں۔ جو لوگ دین کو غالب کرنے کے لیے محنت کریں گے، اور اس راہ میں اپنی جان تک قربان کریں گے، انہی کا مقام سب سے بلند ہے۔ مقام شہادت بہت بلند رتبہ ہے، جس کی ہر مومن کے دل میں آرزو ہوتی ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود و مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

یہ ہے اسلام کا تصور جہاد۔

جہاد سے بڑا خیر وجود میں آتا ہے اور تاریخ اس کی گواہ ہے۔ جہاد ہی کے نتیجے میں سلطنت روما کا بڑا حصہ مسلمانوں کے زیرنگیں آیا۔ جہاد ہی سے پوری کی پوری سلطنت فارس مسلمانوں کے ہاتھوں مفتوح ہوئی۔ جہاد ہی سے دور خلافت میں معلوم دنیا کے وسیع رقبہ پر اللہ کا دین قائم ہوا، اور نتیجتاً صحیح معنوں میں امن وسکون کی فضا پیدا ہوگئی۔ ہر طرف خوشحالی آگئی۔ زمین انسانی حقوق کے احترام اور عدل وانصاف سے بھر گئی۔ اس سے بہتر دور نوع انسانی نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ دور خلافت میں اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کی بھی جان، مال اور عزت وآبرو کا تحفظ اسلامی ریاست کی ذمہ داری تھی، بالکل اسی طرح جیسے ایک مسلمان کی جان، مال، عزت کی حفاظت اُس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ کبھی کسی ایک بھی غیر مسلم کو جبراً مسلمان نہیں کیا گیا۔ لیکن باطل نظام کا وجود بہرحال نا قابل برداشت اور ایمان کے منافی تھا۔ لہٰذا قوت کے زور پر اُس کا خاتمہ کر کے اللہ کی زمین پر اللہ کا دین قائم کیا گیا۔

یہ مسلمانوں کا فرض منصبی تھا۔ یہ نبیؐ کا خصوصی مشن تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کو کہا جا رہا ہے کہ اللہ کی راہ میں جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔ یہی چیز تمہاری نجات اُخروی کا ذریعہ بنے گی۔ انسان کا سب سے بڑا مسئلہ عذاب الیم اور اُخروی خسارے سے بچاؤ ہے۔ سورۃ العصر کے مطابق پوری انسانیت کا مقدر خسران عظیم ہے۔ سوائے اُن لوگوں کو جو ایمان لائیں، اعمال صالحہ بجالائیں، ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور مشکلات پر صبر کی تلقین کریں۔ یہاں یہی بات دوسرے انداز سے واضح کی گئی ہے کہ اگر آخرت کے عظیم خسارے سے بچنا چاہتے ہو تو راہ حق میں جان و مال سب کچھ کھپانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ رسول ﷺ کے مشن میں ان کے دست وبازو بن جاؤ۔

جہاد فی سبیل اللہ کا صلہ کیا ملے گا؟ فرمایا:

﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۱۲)﴾

''وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغہائے جنت میں جن میں نہریں بہ رہی ہیں اور پاکیزہ مکانات میں جو بہشت ہائے جاودانی میں (تیار) ہیں داخل کرے گا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔''

گویا اس راستے میں خیر ہی خیر ہے۔ یہ سودا وہ ہے جس میں گھاٹے کا کوئی امکان نہیں۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنے، ہارے بھی تو بازی مات نہیں!

اس راہ میں تمہیں بظاہر دُنیا میں شکست بھی ہو جائے، تمہاری جان بھی جاتی رہے، لیکن حقیقت میں تمہیں ناکامی نہ ہوگی، تمہیں آخرت کی کامیابی ملے گی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں جنت میں داخل فرمائے گا اور یہی اصل کامیابی ہے۔ تم دُنیا کی چھوٹی چھوٹی کامیابیوں کے لیے ہلکان ہوتے پھرتے ہو۔ ٹارگٹ بنا لیتے ہو کہ دُنیا میں ہمیں یہاں تک پہنچنا ہے۔ ابھی تو پانچ مرلے کا مکان ہے، لیکن دو کنال کا گھر ڈیفنس میں بھی ہونا چاہیے۔ ابھی تو ایک چھابڑی سے کام شروع کیا ہے لیکن ایک وقت آئے کہ ہم کارخانوں کے مالک بنیں۔ ضروری نہیں کہ ہر آدمی اپنے اس ٹارگٹ تک پہنچ بھی جائے۔ تاہم جو وہاں تک پہنچ بھی گیا تو اکثر وبیشتر اس حال میں پہنچے گا کہ اس نے اپنا سب کچھ تباہ کر دیا ہوگا، اپنی عاقبت برباد کر دی ہوگی، اپنا ''مستقبل'' داؤ پر لگا دیا ہوگا۔ اور یہ بات واضح ہے کہ مسلمان کا اصل مستقبل آخرت ہے۔ یہاں تو ہم مسافر ہیں اور حالت امتحان میں ہیں۔ کسی بھی وقت بلاوا آجائے گا، اور یہاں سے اُٹھا لیے جائیں گے، اور روز محشر اللہ کے ہاں ہماری پیشی ہوگی اور ہمیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ آگے فرمایا:

﴿وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۳)﴾

''اور ایک اور چیز جس کو تم بہت چاہتے ہو (یعنی تمہیں) اللہ کی طرف سے مدد (نصیب ہوگی) اور فتح (عن) قریب (ہوگی) اور مومنوں کو (اس کی) خوشخبری دو۔''

اللہ کی راہ میں جہاد وقتال کا اصل صلہ تو تمہیں نجات اُخروی کی صورت میں ملے گا، لیکن تم یہ بات بھی پسند کرتے ہو کہ اللہ کی مدد آئے، تمہیں فتح حاصل ہو، اور اللہ کا دین تمہاری آنکھوں کے سامنے غالب ہو۔ تمہیں خیال رہتا ہے کہ دُنیا میں بھی تمہیں کامیابی مل جائے۔ تو دیکھو تمہاری دنیوی فتح بھی اب دور نہیں ہے۔ غلبۂ اسلام ہونے والا ہے۔ جزیرہ عرب کی حد تک اظہار دین حق کی منزل آیا ہی چاہتی ہے۔ اللہ کی مدد اور فتح قریب ہے۔ چنانچہ سن 5ھ کے بعد حالات بدلنے شروع ہوگئے۔ سن 5 میں غزوۂ احزاب ہوا۔ سب کفار مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوگئے۔ یہ ایک اعتبار سے مسلمانوں کے لیے سخت ترین آزمائش تھی۔ بظاہر احوال مسلمانوں کے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی اور اُن کی شکست یقینی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کی مدد کی۔ کفار ایک مہینے تک مسلمانوں کا محاصرہ کیے رہے، مگر خندق کی وجہ سے وہ بالکل بے بسی کی کیفیت میں تھے اور پار نہ جاسکے۔ ایک مہینے کے بعد سخت آندھی چلی اور کفار کے خیموں میں آگ لگ گئی۔ مسلمان صبح اُٹھے تو دیکھا کہ سارا میدان خالی ہے۔ اس پر سورۃ الاحزاب میں تبصرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اہل ایمان کی طرف سے جنگ کرنے کے لیے کافی ہوگیا۔ باقاعدہ جنگ کی نوبت نہ آئی تھی اور پھر بھی مسلمان جیت گئے۔ اس موقع پر نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمادیا تھا کہ یہ آخری موقع ہے کہ کفار تم پر چڑھ کر آئے ہیں۔ اب پیش قدمی تمہاری طرف سے ہوگی۔ اور یہی ہوا۔ چنانچہ اس کے بعد صلح حدیبیہ ہوئی اور سن 8 ہجری میں مکہ فتح ہوگیا۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نبیؐ مومنوں کو بشارت دے دیجیے۔ وہ مسلمان جنہوں نے راہ حق میں سخت مشقتیں جھیلیں اور آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزر کر یہاں تک پہنچے، خاص طور پر مہاجرین مکہ، آپؐ انہیں بشارت دے دیجیے۔ جب وہ ہر امتحان میں پورے طور پر ثابت قدم رہے تو اللہ کی نصرت خصوصی اور فتح آیا چاہتی ہے۔

برادران اسلام! آج بھی ہمیں بھی راہ حق میں ثابت قدمی دکھانی ہوگی۔ پہلے ہمیں اپنی محنت سے ثابت کرنا ہوگا کہ ہم واقعی دین کے ساتھ مخلص ہیں۔ پہلے ہمیں اللہ کے لیے سب کچھ لگانا ہوگا، پھر اللہ کی طرف سے مدد آئے گی۔ یہ اُس کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے لیے اپنا تن من دھن لگانے کی توفیق عطا فرمائے اور شہادت سے نوازے۔ (آمین)

راہ میں رہبر رل گیا!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

جمہوریت کے بے انتہا مہنگے کھیل میں غریب مسکین قوم نے عمران خان، قادری ڈراما 50 کروڑ کا دیکھا۔ ایک طرف کینیڈین ڈالروں کی ریل پیل اور ویڈیو لنک خطاب تھا۔ اُدھر عمران خان نے قوم کے غم میں انتخاب لڑنے والے ایک ساتھی کا بار بار تذکرہ کیا۔ حامد زمان کو بقول ان کے سیاست میں آنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ ہم مسکینوں کی فلاح اور پاکستان کے مستقبل کی خاطر نہ صرف انتخابات میں اپنا پیسہ قربان کیا بلکہ دھاندلی سے ہارنے پر مزید 57 لاکھ وکیلوں، عدالتوں پر خرچ کیا! ہمارے بھی ہیں غم خوار کیسے کیسے! یہی کروڑ کے لگ بھگ اپنے حلقے کی فلاح و بہبود، کچھ کو روزگار فراہم کرنے، کچھ چولہے ٹھنڈے ہونے سے بچانے پر فی سبیل انتخابات و جمہوریت لٹانے کی بجائے فی سبیل اللہ لگا کھپا دیتے! عوام لٹو ہو کر کندھوں پر بٹھا کر اسمبلی چھوڑ آئے ہوتے۔ عوام وہیں کے وہیں کھڑے ہیں۔ اربوں کے خرچ سے ایک قومی انتخاب ہوا نہیں کہ وہ 35 مقامات سے پنکچر بھی ہو گیا۔ 57 لاکھ ایک پنکچر لگوانے پر بے نیل و مرام خرچ ہو گیا۔ اور اب سال گزرا نہیں کہ پھر تختہ الٹنے کو سارے ملک سے ریزگاری اکٹھی کی جانے لگی۔ ایک ڈیڑھ سیٹ پارٹی سے لے کر بھان متی کے کنبے کو جوڑنے کے لیے سب سر جوڑ بیٹھے!

حامد میر حملے سے ایک کہانی شروع ہوئی تھی۔ سویلین حکومت جو ذرا آزادی و خود مختاری کے موڈ میں پر پرزے نکالنے مذاکرات کرنے اور اپنا آپ منوانے کیا چلی، بھونچال آ گیا! امریکی جرنیلوں کی آمد و رفت، کھسر پسر، یکا یک کینیڈا سے دہائیاں پڑنے لگیں۔ پردے اٹھانے کی جرأت نہ ہو۔ پرویز کو میلی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش نہ کی جائے۔ جوتیوں میں دال بٹنے لگی۔ ایک دوسرے کے کچے چٹھے کھول، محلے کی عورتوں کی طرح اوئے توئے کرتے للکاریں، پھنکاریں برسنے لگیں! افراتفری کے بیچوں بیچ لگے ہاتھوں ہمارے زخموں پر، جلتی پر مزید تیل ڈالنے یکا یک مسٹر برنز امریکی نائب وزیر خارجہ نے۔۔۔۔ بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی۔ یعنی شمالی وزیرستان میں آپریشن کا حکم دیا 'ہماری جنگ لڑو'۔ ابھی کچھ توقف کرنا پڑے گا، تاکہ نادان گوروں کے چھوڑے ہوئے بھانڈوں کی گرد بیٹھ جائے۔ دراصل ہماری معیشت کا کافی دارومدار اس بھیک پر ہے جو تنخواہ ہمیں طالبان کچلنے کے نام پر دیتے ہیں۔ بقیہ تعلیم کی تباہی، برہنگی اور فیشن شوز پر چل رہی ہے۔ اس دوران کچھ پلانٹڈ دھماکے درکار ہوں گے، تاکہ خبروں کا تنور دہکایا جا سکے، درجۂ حرارت بڑھایا جا سکے۔ شمالی وزیرستان میں لگاتار طویل کرفیو سے آبادی پر خوراک اور ضروریات زندگی تنگ کی گئیں تاکہ آپریشن آسان ہو جائے۔ کرفیو میں طبی سہولتیں میسر نہ آنے سے عورتوں بچوں کی اموات کی خبریں آئیں اور اب آگ و آہن برسانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

پاکستان دوست حقانیوں کو امریکہ کی فرمائش پر بمباریوں، گولہ باریوں کا لقمہ بنانے (اسی کے لیے ہمیں ہوائی جہاز عنایت کیے گئے ہیں) کا نتیجہ کیا ہو گا؟ سوچنے کی زحمت کسی نے اُٹھائی؟ ایک طرف مودی اور پاکستان دشمن بھارتی آرمی چیف کی آمد آمد ہے۔ بٹل سیکٹر میں بلا جواز رات بھر فائرنگ کر کے مقامی آبادی کو خوفزدہ کیا گیا۔ دوسری طرف افغانستان میں بھارت نواز امریکی کٹھ پتلی (سفاک شمالی اتحاد فیم) عبداللہ عبداللہ کی حکمرانی تیار ہے۔ (خوشی میں) یہاں افغان فوج نے قلعہ سیف اللہ کی چیک پوسٹ پر گولیاں برسا دیں۔ فائرنگ ہوتی رہی۔ سرحدوں سے امڈتے خطرات سے بے نیاز 12 مہینوں میں حکمران برادران کے 14 غیر ملکی دورے۔ ان کی توجہ کا مرکز دو شہر ادھیڑ کر میٹرو بس میں اربوں کی کھپ ملاحظہ ہو۔ اُدھر کراچی میں آپریشن کے عزائم۔ تمام سیاسی جماعتوں اور اسی گورنر کے جلو میں اعلان آپریشن کے کیا معنی ہیں؟ بھتہ خور، قاتل، ڈکیت تو سیاسی جماعتیں بغل میں دابے پھرتی ہیں۔ یہ سارے امریکہ برطانیہ کے فرمائشی پروگرام چل رہے ہیں۔ کراچی کا امن اور دولت لٹ رہی ہے۔ نزلہ سارا پٹھان آبادیوں اور فاٹا میں آپریشن در آپریشن سے جان بچا کر کراچی اور پنجاب میں پناہ لینے والوں پر گر رہا ہے۔ بلوچستان اور کراچی کا امن (کون نہیں جانتا) برطانیہ مقیم ریموٹ کنٹرول سے درہم برہم ہوتا ہے۔ بلوچ لیڈروں کی پناہ گاہ بھی برطانیہ ہے۔ ضرورت تو یہ تھی کہ اگر اخلاص ہوتا تو تمام سیاسی جماعتیں اور فوج مل کر دجل اور فریب کی امریکی جنگ کو دفن کرتی۔ کراچی، فاٹا، بلوچستان کا امن اس جنگ سے ہی نتھی ہے۔ امریکی براہ راست آداب سفارت پامال کرتے ہوئے کس برتے پر ہمارے جرنیل کو آپریشن کا حکم صادر کرتے ہیں؟ اس سے عزت پر حرف کیوں نہیں آتا، مظاہرے کیوں نہیں ہوتے، احتجاج سر کیوں نہیں اٹھاتا؟ ہم ٹھنڈے پیٹوں ایسے حکم قبول کر کے تیاری میں کیونکر جت جاتے ہیں؟

اُدھر خبر یہ ہے کہ ایمرجنسی لگانے میں کسی نے مدد نہیں کی تھی، خود بخود لگ گئی۔ لال مسجد آپریشن بھی خود بخود ہی تھا۔ اس کا حکم نہ پرویز مشرف نے دیا نہ کابینہ نے۔ نہ وزیراعظم ملوث تھا۔ پاکستان میں یقیناً جنات کارفرما ہیں۔ عاملوں سے کام لینا پڑے گا۔ 12 مئی پر جو خون کراچی میں بہا تھا، اگرچہ ویڈیو ریکارڈ دن بھر کا اور شام کا پرویزی خطاب بھی موجود ہے، لیکن ذمہ دار کوئی بھی نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ پرویز پاک پوتر ہے (معاذ اللہ) ہر عیب سے مبرّا۔ ہر اٹھنے والی انگلی خود بخود کٹ کر گر جائے گی۔ حراستی مراکز کا جال بچھا ہے۔ جان بہ لب نوجوانوں کی خبریں مسلسل آ رہی ہیں۔ لیکن یہ بھی جنات کی کارفرمائی ہے۔ سپریم کورٹ، ہائی کورٹ سر پٹخ چکی۔ لاپتہ نوجوانوں کا کوئی بھی تو ذمہ دار نہیں۔ سڑکوں پر آمنہ جنجوعہ اور دیگر مظلوموں پر تشدد کرنے والے ظاہر ہے نواز حکومت کے کارندے تو ہو نہیں سکتے۔ وہ تو ان کے درد مند بہی خواہ ہیں۔ یہ بھی پُراسرار نامعلوم ہاتھ ہیں!

اُدھر بیوروکریسی فراڈ اور کرپشن میں ملوث 750 افسران کے نام بتانے سے انکاری ہے۔ 487 افسران کے خلاف انکوائریاں بند کر دی گئیں۔ ان کے نام بھی سامنے نہیں لا سکتے۔ پارلیمنٹ نہیں پوچھ سکتی! کیا شہنشاہی ہے ؎ ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس ؎ بات

تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی۔ ان ہمہ نوع کرسیوں پر براجمان بادشاہوں کو ہم خلافت راشدہ یا امارت اسلامیہ کے نمونے تو کیا دکھائیں وہ بہت اعلیٰ وارفع شے ہے، تاہم مغربی جمہوریت کے یہ (لکھ لٹ) پیروکار فرانسیسی وزیر کی تصویر ہی دیکھ لیں (یہ گوروں کے بے دام کے غلام جو ٹھہرے)۔ فرنچ وزیر انصاف اپنی قوم کے خزانے پر رحم کھاتے ہوئے، سائیکل پر پارلیمنٹ کے اجلاس میں شرکت کے لیے بلا ہٹو بچو، نتھو خیرا بنا چلا آ رہا ہے! اُدھر مودی خاندان آٹو رکشے پر سوار ہو کر ووٹ ڈالنے گئے! یہاں BMW سے کم پر تو کوئی راضی نہیں ہوتا!

غریب عوام کے امیر غم خوار ملاحظہ ہوں! سردار جی کے بارے میں آپ نے پڑھا تو ہوگا۔ ان سے پوچھا گیا کہ سردار جی آپ سے کیا غلطی ہوئی جو جیل آ گئے؟ سردار جی بولے۔ دراصل ہم نے بینک لوٹا اور وہیں پیسے جمع کروانے رک گئے! پاکستان وہ بینک ہے جہاں لوٹ کر پیسے بھی وہیں جمع کروائے جا سکتے ہیں۔ (جیلیں تو بحق اہل ایمان محفوظ ہیں) اور یہ سارے سردار ہمارے سردار ہیں۔۔۔! وہ والے سردار بھارتی پنجاب کے بفرزون میں ہوتے ہیں جسے آنجہانی خشونت سنگھ نے 'ڈفرزون' کہا تھا۔ ڈفر تھے تو جیل گئے، ورنہ یہاں ہوتے تو کم از کم وزیر ہوتے، سیکرٹری ہوتے یا جرنیل! بیچارا پاکستان

میں تو منزل پہ ہوتا مگر راہ میں راہبر مل گیا!

منشورِ حق

(ملک نصراللہ خان عزیز، مرحوم)

اُٹھو! مرے بندوں کو یہ منشور سُنا دو
منشور یہ میرا ہے اسے عام بنا دو
میں جھوٹے خداؤں کی خدائی سے ہوں بیزار
ان جھوٹے خداؤں کی خدائی کو مٹا دو
ابلیس کے در پر ہیں جو سجدوں میں جبینیں
ان ساری جبینوں کو مرے در پہ جُھکا دو
ہو جلوہ فگن دہر میں توحید ہی توحید
ہر نقش دُوئی لوحِ زمانہ سے مٹا دو
جو دین محمدؐ کی وساطت سے دیا تھا
دُنیا میں اسی دین کو دستور بنا دو
زندہ کرو پھر دور خلافت کی روایات
انساں کی غلامی سے پھر انساں کو چُھڑا دو
باغی ہیں جو میرے انہیں کیا حقِ قیادت
ہر مسندِ مختار سے اب ان کو اُٹھا دو

(مرسلہ: قاضی عبدالقادر، کراچی)

شعبہ خط و کتابت کورسز کی تاریخ میں ایک اور سنگِ میل کا اضافہ!!

آن لائن کورس

☆ کیا آپ جاننا چاہتے ہیں؟ از روئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ نیکی اور تقویٰ اور جہاد اور قتال کی حقیقت کیا ہے؟
☆ کیا آپ دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟
☆ کیا آپ قرآن حکیم کی فکری اساس اور بنیادی عملی ہدایات سے روشناس ہونا چاہتے ہیں؟
☆ کیا آپ نجی مجالس میں اسلام پر ہونے والی تنقید کا مناسب اور مدلل جواب دینے کی اہلیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

تو

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور کے مرتب کردہ

"مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب" پرمبنی "قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس" سے استفادہ کیجیے

یہ کورس (جو ایک عرصہ سے بذریعہ خط و کتابت کروایا جا رہا ہے) شائقین علومِ قرآنی کی دیرینہ خواہش پر

اب آن لائن (ONLINE) بھی شروع کیا جا رہا ہے

برائے رابطہ: انچارج شعبہ خط و کتابت کورسز، قرآن اکیڈمی 36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 3-35869501(92-42)   E-mail:distancelearning@tanzeem.org

سقوط خلافت: تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار

محبوب الحق عاجز
mehboobtnoli@gmail.com

امت مسلمہ پر ہر وہ عذاب اترا جو کسی بھی ملت کو غرق کر سکتا ہے۔ ہر وہ غم اس کا مقدر ہوا جو مقدر کے ستارے کو دھندلا دیتا ہے۔ ہر وہ مصیبت نازل ہوئی جس سے سابقہ بعض اقوام نیست و نابود ہو گئیں۔ لیکن یہ امت اپنی ہیئت ترکیبی میں جو امتیازی شان رکھتی ہے، اس کی بنا پر وہ ہر بار عزم تازہ اور جذبہ نو کے ساتھ اٹھتی اور آگے بڑھتی رہی۔ اس امت نے سقوط غرناطہ کا اندوہ ناک سانحہ دیکھا، سقوط بغداد کے دردانگیز المیوں سے گزری، سقوط ڈھاکہ کے دلدوز سانحہ سے دوچار ہوئی، سقوط کابل کے دکھ اٹھائے، مگر وہ کبھی غم کی چادر اوڑھ کر نہیں سوئی۔ البتہ بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں وہ ایک ایسے عظیم المیے، دردناک حادثے اور المناک سانحے سے دوچار ہوئی جس کی کسک مٹائے نہیں مٹتی اور نوے سال گزرنے کے باوجود اِس عظیم نقصان کا ازالہ نہ کیا جا سکا۔ یہ سقوط خلافت کا سانحہ ہے جو فری میسنریوں، صلیبیوں (بالخصوص برطانیہ) اور مسلم معاشرے میں شامل ملحد اور سیکولر فاشسٹوں کے سبب پیش آیا۔ وہ عظیم عثمانی خلافت جس کا آغاز عثمان خان اوّل کے عہد میں 1299ء کو ہوا، اور جس نے چھ سو سال تک زمین کے ایک بڑے حصے پر بڑی شان و شوکت سے حکومت کی اور ملت اسلامیہ کے مفادات کا جرأتمندانہ انداز سے تحفظ کیا، 28 رجب المرجب 1342ھ (بمطابق 20 مارچ 1924ء) کو مصطفیٰ کمال کی مجلس ملی کبیر نے ایک فرمان کے ذریعے ختم کر دی۔

رو لے اب دل کھول کے اے دیدۂ خونابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیب حجازی کا مزار

خلافت کا خاتمہ محض حکمرانوں کی تبدیلی نہ تھی بلکہ یہ اسلام کے اُس نظام عدل اجتماعی کا خاتمہ تھا جو دور نبویؐ اور عہد خلافت راشدہ سے چلا آتا تھا۔ تنسیخ خلافت کے ساتھ ہی ملک کو سیکولرازم کی راہ پر ڈال دیا گیا۔ نہ کوئی شیخ الاسلام رہا، نہ وزیر اوقاف۔ مقبول دینی عقائد کی سخت مخالفت کی گئی۔ عورتوں کا پردہ ختم کر دیا گیا۔ مدارس میں دینی تعلیم ممنوع قرار دی گئی۔ نصاب تبدیل کر دیئے گئے۔ ترکی ٹوپی کا استعمال ممنوع قرار پایا۔ بعد ازاں عربی زبان اور اس کا رسم الخط ترک کر دیا گیا۔ قرآن، نماز وغیرہ بھی ترکی میں پڑھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ الغرض ہر میدان میں اور ہر سطح پر نہایت جابرانہ انداز سے اسلامی نظریہ حیات اور اہل دین کا راستہ روکا گیا، اور لادینیت اور الحاد کو فروغ دیا گیا۔ چنانچہ عالم اسلام بالخصوص ہندوستان کے مسلمانوں نے تنسیخ خلافت پر پرزور صدائے احتجاج بلند کی، بھرپور انداز سے تحریک خلافت چلائی اور بحالی خلافت کا مطالبہ کیا۔ علامہ اقبال نے اس موقع پر نہایت رنج و غم کی کیفیت اور دردناک لہجے میں کہا ؎

چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ، اوروں کی عیاری بھی دیکھ!

یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ خلافت عثمانیہ ہر قسم کی خرابی سے پاک تھی۔ ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔ اچھے سے اچھے حکمران بھی خامیوں سے مبرا نہیں ہو سکتے۔ سلطنت عثمانیہ کے سیاسی نظام میں بھی کمزوریاں تھیں، مگر بعض خرابیوں کے باوجود بحیثیت مجموعی وہ اسلام کی شان و شوکت اور قوت کا مظہر تھی۔ خلافت ملت اسلامیہ کی روحانی قوت اور اتحاد کی مضبوط علامت تھی۔ صلیبی طاقتیں اس سے لرزہ براندام رہتی تھیں۔ عیسائی عثمانی خلفاء کے خلاف سازشوں کے جال بنتے مگر ہر بار انہیں منہ کی کھانی پڑتی۔ یہ درست ہے کہ 1699ء میں معاہدہ کارلووٹز کے بعد جس کے تحت ترکی کو ہنگری سے دستبردار ہونا پڑا، عثمانی سلطنت کا زوال شروع ہو گیا، اور ممالک محروسہ ایک ایک کر کے اس کے ہاتھوں سے نکلتے گئے، تاہم اسلامی قوانین اور اسلام کا ملی تصور جو خلافت کی اصل طاقت تھے، تمام تر زوال کے باوجود جاری و ساری تھے۔ برطانیہ اور اس کے وظیفہ دار یہودی یہ سمجھتے تھے کہ جب تک ان دونوں کا خاتمہ نہ ہو گا سلطنت عثمانیہ کی قوت کے خطرے سے نجات نہ ملے گی۔

اسلامی قوانین اور اسلامی تہذیب کے باقاعدہ خاتمہ کے لئے بہت پہلے وہاں مغربیت کے بیج بوئے گئے۔ ایک ایسا طبقہ تیار کیا گیا جو ہر معاملے مغربی تہذیب کی عینک سے دیکھتا تھا اور اسلام اور اسلامی تہذیب سے ذہنی بُعد رکھتا بلکہ نفرت کرتا تھا۔ تحریک تنظیمات شروع کی گئی، جس کا مقصد بھی خلافت عثمانیہ میں مغربیت کی پیوندکاری کے ذریعے اسلامی قوانین کو مکمل طور پر بدلنا تھا۔ تصور ملی پر ضرب نیشنلزم کے تصور کے فروغ کے ذریعے لگائی گئی۔ جب اس تصور نے جڑیں پکڑ لیں تو عرب ممالک سلطنت عثمانیہ سے کاٹ دیئے گئے۔ مصطفیٰ کمال پاشا، ضیاء گوک الپ، ناطق کمال اور ان جیسے دوسرے ترک دانشوروں کو لادینیت اور نیشنلزم کے فروغ کے لئے آگے لایا گیا۔ ان کے افکار و نظریات لوگوں کو خلافت سے برگشتہ کرنے اور مغرب کے سیکولر نظام اور بے خدا تہذیب کو ان کے ذہنوں میں راسخ کرنے کے لئے عام کئے گئے، جن کا گہرا اثر ہوا۔ یہ نام نہاد دانشور ترک قومیت اور سیکولر ثقافت کے مدعی اور علمبردار تھے۔ انہوں نے پوری قوم کو اس کے تابناک ماضی اور عظیم ورثے سے کاٹ کر یورپی فکر و تاریخ میں ضم ہو جانے کی دعوت دی یا کم از کم سیکولر قومیت اور ملی وجود کا ملغوبہ تیار کر کے اسلام کے آفاقی تصور سے منسوب کیا۔

یہی انداز ہمارے ہاں فوجی آمر پرویز مشرف کے عہد نامسعود میں اپنایا گیا۔ کھمبیوں کی طرح اگنے والے الیکٹرانک چینلوں پر روشن خیال دانشوروں کو لا بٹھایا گیا، جن کا کام ہی پاکستانی سماج سے اسلامی اقدار کی بیخ کنی اور مغربی تہذیب کا پرچار تھا۔ ان چینلوں نے ہماری دینی قدروں اور اسلام کے مسلمہ عقائد و نظریات کو مسخ کرنے کی سعی مذموم میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اور تو اور یہ آج اسلام کی مقدس ہستیوں کی بھی بے حرمتی کی جسارتیں کرنے لگے ہیں۔ نائن الیون کی صیہونی سازش کے بعد ہمارے فوجی آمر نے جو اتاترک کو اپنا آئیڈیل قرار دیتا تھا ''روشن خیالی'' اور ''سب سے پہلے پاکستان'' کے نعرے لگائے۔ مقصد وہاں بھی خلافت کا خاتمہ تھا۔ یہاں بھی آئین و دستور، تعلیم اور معاشرت میں سے رہی سہی اسلامی تہذیب کو کھرچ کر نکالنا تھا۔

فری میسنری خلافت کو اپنے مذموم شیطانی عزائم

کے فروغ اور ارض فلسطین میں ریاست اسرائیل کے قیام (جسے بعدازاں عالمی دجالی سلطنت کا مرکز بننا تھا) کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے تھے۔ انہوں نے بہتیری کوشش کی کہ سلطنت عثمانیہ انہیں فلسطین میں آبادکاری کی اجازت دے دے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے لالچ کے حربے بھی اختیار کئے، مگر یہ بات چونکہ عہد فاروقی میں یروشلم کی فتح کے موقع پر عیسائیوں سے کئے گئے معاہدے کے یکسر خلاف تھی، لہٰذا ان کی شنوائی نہ ہوئی۔ ارض فلسطین کو اپنے جسد سے کاٹ کر یہود کے حوالے کر دینا امت سے غداری تھی اور عثمانی خلفاء امت سے غداری اور دشمنان اسلام سے ''وفاداری'' کے مسلک سے علاقہ نہ رکھتے تھے جو تنسیخ خلافت کے بعد عالم اسلام پر مسلط ٹولہ کی پہچان بنا۔

خلیفہ عبدالحمید کے زمانے میں صہیونی یہودیوں کا ایک وفد خلیفہ سے ملنے گیا۔ یہ انیسویں صدی کے اواخر کی بات ہے۔ اس زمانہ تک خلافت عثمانیہ مغربی طاقتوں کے مقابلے میں نہایت کمزور ہو چکی تھی۔ اس کی مالی حالت بہت خراب تھی، اور وہ مقروض تھی۔ اس صہیونی وفد نے خلیفہ سے کہا کہ اگر آپ بیت المقدس کا علاقہ اور فلسطین ہمیں دے دیں، تاکہ یہودی وہاں آباد ہو سکیں تو ہم یہودی سلطنت عثمانیہ کا سارا قرض ادا کر دیں گے، اور مزید کئی ٹن سونا دیں گے۔ خلیفہ عبدالحمید نے دینی حمیت اور غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے وفد کو ایک ایسا جواب دیا جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے اور تاریخ اسے کبھی نہ بھولے گی۔ خلیفہ نے اپنے پاؤں کی انگلی سے زمین کی تھوڑی سی مٹی کرید کر کہا کہ اگر یہ ساری دولت دے کر تم لوگ بیت المقدس کی اتنی سی مٹی بھی مانگو گے تو ہم نہیں دیں گے۔ اس صہیونی وفد کا سربراہ ایک ترک یہودی قرہ صو آفندی تھا۔ حیرت کی بات ہے کہ 1924ء میں تنسیخ خلافت کے موقع پر جو شخص مصطفٰے کمال پاشا کی طرف سے خلافت کے خاتمہ کا پروانہ لے کر خلیفہ کے پاس گیا وہ کوئی اور نہیں یہی یہودی قرہ صو آفندی تھا۔

سقوط خلافت ملت کا کتنا بڑا نقصان تھا، اس کا اندازہ دشمنوں کے بیانات سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ خلافت کے خاتمہ پر صیہونیوں اور صلیبیوں نے شادیانے بجائے۔ برطانوی دارالعوام میں خطاب کرتے ہوئے لارڈ کرزن نے بڑے فخر سے کہا کہ آج ہم نے ترکوں کی روحانی قوت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اب وہ کبھی نہ اٹھ سکیں گے۔ چرچل نے اپنی کتاب میں لکھا کہ بیت المقدس کو اسلام اور مسلمانوں کے غلبہ سے رہائی دلانا ہم مسیحیوں اور یہودیوں، دونوں کا مشترکہ خواب تھا، لہٰذا اس کے رہا کرنے پر جو خوشی مسیحیوں کو ہوئی وہ یہودیوں کی خوشی سے کسی طور کم نہیں۔ معروف مغربی مؤرخ آرنلڈ ہونٹگر نے خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کو اسلامی تہذیب کا خاتمہ قرار دیا۔ ہونٹگر نے سوال کیا کہ وہ تہذیب جسے مسلم یا اسلامی تہذیب کہتے ہیں اس کا دور کب ختم ہوا؟ اس کا خود ہی جواب دیتے ہوئے اس نے لکھا کہ مسلم تہذیب کے خاتمے کا آغاز اٹھارویں صدی میں اس وقت ہوا جب عالم اسلام میں مغربیت کا ظہور ہوا اور یہ تہذیب اس وقت ختم ہوگئی جب خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوگیا۔

ہونٹگر نے جو کہا اسے پورا سچ تو نہیں کہا جا سکتا، اس لئے کہ اسلام اور اسلامی تہذیب کا خاتمہ تمام تر سازشوں کے باوجود کوئی نہیں کر سکتا۔ اسلام روشنی ہے اور روشنی کا راستہ کون روک سکتا ہے۔ اسلام کے چراغ کو منہ کی پھونکوں سے بجھایا نہیں جا سکتا، تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سقوط خلافت کے ساتھ ہی اسلامی نظام کا نفاذ قصہٴ پارینہ بن گیا۔ عرب وعجم پر محیط عثمانی سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی تو ہر ریاست کو اپنا آئین، اپنا قانون، اپنی قومیت اور جھنڈا دے کر تصور ملی سے کاٹ دیا گیا، اور مسلمانوں کے مفادات کی نگہبانی اسلامی نظام کی بجائے سیکولر حکومتی ڈھانچے سے کی جانے لگی۔ خلافت کے عظیم الشان نظام سے رشتہ ٹوٹا تو مسلمان بے خدا سیکولر جمہوریت کے خوشنما جال میں بُری طرح پھنس گئے۔ مسلمانوں کی واحد نمائندہ اور مرکزی حکومت کی عدم موجودگی میں جو ان کے مفادات کی نگہبانی کرتی ملت اسلامیہ مغرب کی فوجی، تہذیبی، معاشی، سماجی اور سیاسی حملوں کا شکار ہو گئی۔ جہاں بھی اسلامی نظام کے لئے صدا بلند ہوئی اسے سازشوں سے دبا دیا گیا۔

نائن الیون کا ڈراما جو صہیونیوں نے اپنے عالمی نظام اور دجالی مملکت کے قیام کے منصوبے کو آگے بڑھانے کے لئے رچایا تھا، کا اصل مقصد بھی عالم اسلام کی مزاحمتی قوت کا خاتمہ اور افغانستان سے خلافت کے احیاء کے روشن امکان کا راستہ روکنا تھا۔ افغانستان پر مسلط کردہ جنگ دہشت گردی کے خلاف نہیں نظام خلافت کے خلاف لڑی گئی۔ اس وقت کے امریکی صدر بش نے اس جنگ کو صلیبی جنگ قرار دیا تھا۔ ایک دوسرے موقع پر اس نے کہا تھا کہ ''ہماری جنگ القاعدہ سے ہے۔ یہ لوگ ہماری طرز زندگی (یعنی مغربی تہذیب) کے لئے خطرہ ہیں۔ یہ سوڈان سے انڈونیشیا تک خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں۔''

آج خلافت اور مرکزیت نہ ہونے کی وجہ سے امت مسلمہ دشمنوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہے۔ ایک ہمہ جہتی سازش کے ذریعے مسلمانوں پر آج وہ لوگ مسلط ہیں جو خلافت کی بجائے سیکولر جمہوریت کے خوشہ چیں ہیں۔ جنہیں اسلامی قانون سے کوئی غرض ہے اور نہ ملت کی بہبود اور مصالح کی کوئی پروا، بلکہ صرف اپنا اقتدار عزیز ہے، جس کے لئے وہ امریکہ اور مغربی طاقتوں کی ڈکٹیشن پر چل رہے ہیں۔ امت ایک زبردست تاریکی میں کھڑی ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کے قیام کے لئے کوشاں یہود اور اُن کے صلیبی ایجنٹ جسد ملی کا شیرازہ بکھیرنے کے بعد اب اس کے ہر ہر حصے پر وار کر رہے ہیں۔ امت لہولہان ہے۔ وہ کسی مسیحا کی منتظر ہے۔ وہ ایسے اہل دانش اور ایسے رہنماؤں کے انتظار میں ہے جو اس کے زخموں پر پھایا رکھ سکیں، اُس پر دشمنوں کی جانب سے ہونے والے تہذیبی فکری، عسکری اور نفسیاتی حملوں کا موثر جواب دے سکیں۔ بلاشبہ ملت اسلامیہ کو صرف اور صرف اسلام کی روشنی ہی عزت و کامرانی کا راستہ دکھا سکتی ہے۔ خلافت کی طاقت ہی امت کو کھویا ہوا مقام دلا سکتی ہے۔ رسول نبی کریم ﷺ نے امام مسلم کی اس روایت میں ارشاد فرمایا تھا کہ ''بے شک امام ڈھال ہے، جس کے پیچھے تم لڑتے ہو اور اپنا دفاع کرتے ہو''

آئیے یہ عہد تازہ کریں کہ اسلام کے عادلانہ نظام خلافت کے قیام کے لئے اپنا تن من دھن لگا دیں گے۔ محض اس لئے نہیں کہ خلافت ہی امت کی بقاء، سلامتی عزت ووقار اور خوشحالی کا راستہ ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے قیام کی جدوجہد ہمارا دینی فریضہ ہے۔ ارض پاک کا تو قیام ہی خلافت راشدہ کے نظام کے لئے تجربہ گاہ کے طور پر عمل میں آیا تھا۔ بانی پاکستان کی آخری خواہش ہی یہ تھی کہ یہ ملک خلافت راشدہ کے نظام کا گہوارہ بنے۔ خلافت کے قیام ہی سے یہ ملک بھی مستحکم ہو سکتا ہے، اور اسی سے ملت کی کشتی بھی ساحل مراد سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔ اقبال کی اُس صدائے خلافت پر کان دھریے جو انہوں نے بڑے پرسوز لہجے میں لگائی تھی۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

عمران خان اور طاہر القادری کا احتجاج

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: آصف حمید (ناظم سمع و بصر، مرکزی انجمن خدام القرآن)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

مرتب: فرقان دانش

سوال: 11 مئی کے عمران خان کے احتجاجی جلسے کے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے حکومت کی چولیں ہلا دیں اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ ''کھودا پہاڑ نکلا چوہا'' والا معاملہ ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا والی بات ہوئی ہے یا ان کے جلسے نے حکومت پر خوف کے اثرات مرتب نہیں کیے۔ بعض حکومتی اقدامات بتاتے ہیں کہ حکومت اس جلسے سے بہت زیادہ خوف زدہ تھی۔ ان کے ترجمان رانا ثناء اللہ کے بیانات سے محسوس ہوتا تھا جیسے کسی شخص کی عقل کام نہ کر رہی ہو۔ وہ اُلٹے سیدھے بیان جاری کر رہے تھے۔ ان کے حلقے فیصل آباد سے یہ رپورٹیں آئیں کہ وہاں ایک روز پہلے پٹرول پمپ بند کر دیئے گئے، تاکہ گاڑیوں کو پٹرول نہ ملے۔ اسی طرح پبلک ٹرانسپورٹ بند کر دی گئی تھی۔ اب لوگوں کو گاڑیاں ملیں گی تو لوگ چلیں گے۔ اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ حکومت جلسے سے پہلے ہی متاثر ہو چکی تھی اور بہت خوفزدہ تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نواز شریف نے چومکھی جنگ شروع کر رکھی ہے مثلاً یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ حکومت اور فوج ایک پیج پر نہیں ہیں اور ان کے بڑے متضاد رویے اور متضاد خیالات سامنے آ رہے ہیں۔ طالبان کے معاملے میں اور جیو کے معاملے میں تو واضح نظر آ رہا ہے کہ حکومت اپنے ادارے کا تحفظ کرنے کی بجائے ایک نجی ادارے کا تحفظ کر رہی ہے۔ لہٰذا جب حکومت (یا ادارے) نے اس طرح کی چومکھی جنگ کے محاذ کھولے ہوں، تو وہ یقینی طور پر ہر طرف سے خوف زدہ رہتی ہے۔ یہ جلسہ اگر کوئی عدیم المثال نہیں تھا تب بھی اسے ایک کامیاب جلسہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جلسے میں عمران خان نے جو اگلی تاریخ دے دی، حکومت اس سے مزید خوفزدہ ہوئی ہے۔ حکومت محسوس کر رہی ہے کہ اس کے خلاف کوئی تحریک چلنے کو ہے۔ انھوں نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ فیصل آباد کے جلسہ میں اگلے لائحہ عمل کے بارے میں بتائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گورنمنٹ کو ٹف ٹائم دیں گے۔ بہتر ہے کہ حکومت اس معاملے کو مذاکرات کے ذریعے حل کرے۔ وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ کا جلسے میں کہہ دینا کہ آؤ میرے ساتھ چائے پیو، یہ مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ آپ انھیں سنجیدگی سے دعوت دیں اور یہ کہیں کہ ہم آپ کے مطالبات پر سنجیدگی سے غور کریں گے یعنی جن مطالبات کو آئینی اور قانونی طور پر ہمارے لیے قبول کر لینا ممکن ہوگا وہ قبول کریں گے۔ اگر وہ اس معاملے کو سنجیدگی سے نہیں لیں گے اور تحریک چل پڑی تو حکومت کے لیے سنبھلنا بہت مشکل ہو جائے گا۔

سوال: عمران خان کا احتجاجی جلسہ گزشتہ سال کے انتخابات میں دھاندلی کے حوالے سے تھا، جبکہ طاہر القادری صاحب انقلاب کی بات کرتے ہیں۔ خاص 11 مئی کو اُن کے احتجاج کا سبب کیا ہے؟

آصف حمید: احتجاج کے لیے ایک ہی دن کو منتخب کرنے کی بظاہر کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ شاید طاہر القادری صاحب یہ اُمید رکھتے تھے کہ عمران خان ان کے ساتھ مل جائیں گے، یا وہ عمران خان کے ساتھ مل کر کوئی بہتر اتحاد بنا لیں گے۔ اگر طاہر القادری صاحب کا معاملہ دیکھیں تو انھوں نے خالصتاً دینی حوالے سے آغاز کیا تھا۔ اس کے بعد ان کے اندر ایک مابعد الطبیعیاتی رنگ آیا، جب انھوں نے خوابوں کا ذکر کیا۔ پھر انھوں نے ایک دینی تحریک اور بعد میں سیاسی جماعت بنانے کا اعلان کیا اور کہا کہ اس سال نہیں تو اگلے سال ہم Take over کر جائیں گے۔ اس کے بعد وہ الیکشن میں آئے تو کوئی سیٹ نہ حاصل کر سکے۔ پھر ان کے ساتھ ان کے گھر پر فائرنگ کا ایک واقعہ ہوا، جس پر کورٹس میں خاصی لے دے ہوئی۔ اس کے بعد انھوں نے الیکشن میں حصہ لیا اور پرویز دور میں اپنی ایک سیٹ لے لی۔ بعدازاں انھوں نے خود ساختہ جلاوطنی اختیار کر لی اور پوری فیملی کو کینیڈا بلا لیا۔ عمران خان جیسے سنجیدہ مزاج انسان کے لیے طاہر القادری صاحب کے ساتھ چلنا مشکل ہے۔ لہٰذا انھیں ایسی شخصیت سے ملنے یا اتحاد بنانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

ایوب بیگ مرزا: میں آصف حمید صاحب کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہوں گا کہ طاہر القادری صاحب کی دینی اور سیاسی زندگی میں آپ کو تسلسل نظر نہیں آئے گا۔ یعنی وہ کسی ایک سمت کی طرف چلتے نظر نہیں آتے۔ بعض اوقات وہ ہمیں متضاد سمتوں کی طرف چلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کبھی جمہوریت کا حصہ بنتے ہیں۔ الیکشن میں حصہ لیتے ہیں اور جمہوریت کے ذریعے انقلاب کی بات کرتے ہیں۔ پھر کبھی وہ جمہوریت کو بالکل تلپٹ کرنے کی بات کرتے ہیں۔ ان کی طرف سے باقاعدہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اب ہم جمہوریت کے قریب بھی نہیں جائیں گے۔ لیکن اس کے بعد پھر الیکشن میں حصہ لے لیتے ہیں۔ ان کی بنیاد ایک عالم دین کی تھی۔ معلوم یہ ہوتا تھا کہ وہ اپنی جدوجہد کو دینی حوالے سے آگے بڑھائیں گے۔ یعنی جس سمت میں وہ کام کریں گے وہ ظاہری طور پر بھی اور اصلاً بھی اسلامی انقلاب کے لیے ہوگا، لیکن 11 مئی کی تقریر میں انھوں نے شاید ایک مرتبہ بھی اسلام کا نام نہیں لیا۔ مجرد انقلاب کی بات کی اور کہا کہ ہمارے انقلاب کے نتیجے میں عوام ٹیک اوور کر لیں گے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دین کی حیثیت سے ان کا دوٹوک مؤقف یہ ہونا چاہیے تھا کہ مجھے ہر صورت میں پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہے، چاہے مجھے اس میں کامیابی حاصل ہو یا نہ ہو۔

ان کی تحریک کا نام منہاج القرآن ہے۔ قرآن تو حکم دیتا ہے کہ اسلام کا نظام نافذ کیا جائے، لیکن وہ بظاہر اس مشن سے ہٹ چکے ہیں۔ عمران خان کا بھی اسلام کے حوالے سے واضح ذہن نہیں ہے۔ ایک طرف وہ ریاست مدینہ کی بات کرتے ہیں، دوسری طرف اخبار میں خبر آئی ہے کہ جب مغرب کی اذان ہو رہی تھی تو اس وقت ان کے جلسے میں میوزک بج رہا تھا۔ ابھی یہ کنفیوژن عمران کے ہاں موجود ہے اور یہی کنفیوژن طاہر القادری صاحب کے ہاں بھی ہے۔ اگرچہ قادری صاحب کے ہاں آپ کو یوٹرن نظر آئے گا، جبکہ دوسری طرف آپ کو عمل کی کمی نظر آئے گی۔

سوال: آپ کے خیال میں عمران خان کے مطالبات میں کیا چیزیں قابل عمل ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک عمران خان کے مطالبات کا تعلق ہے، تو اُن کا پہلا اور بنیادی مطالبہ پورا کرنا حکومت کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ ان کا پہلا مطالبہ چار حلقوں میں ووٹوں کی دوبارہ گنتی ہے۔ یہ مطالبہ قابل عمل ہے۔ اس میں حکومت کے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اگر یہ مطالبہ پورا کر لیا جائے تو غبارہ میں اتنی زور سے جو ہوا بھری گئی ہے، وہ کافی حد تک نکل جائے گی، اور یہ احتجاج تحریک کی صورت اختیار نہیں کر سکے گا۔ اگر عمران کے خلاف فیصلہ آجاتا ہے تو بھی اس کا حکومت کو فائدہ ہوگا اور اگر فیصلہ حکومت کے خلاف آتا ہے تب بھی اس سے حکومت نہیں گرے گی۔ یہ مطالبہ اگر پورا ہو جائے تو عمران خان کو چاہیے کہ پھر حکومت سے مذاکرات کریں اور آئندہ الیکشن کے لیے دھاندلی کے تمام راستے ختم کرنے کی کوشش کریں۔ عمران خان کو اس معاملے کو ایک حد تک رکھنا چاہیے۔ یہ نہیں کرنا چاہیے کہ اس کے بعد مڈٹرم الیکشن کا مطالبہ شروع کر دیں۔ دراصل عمران خان کو حکومت سے سودے بازی کرنی چاہیے، تاکہ وہ الیکشن کمیشن کی تشکیل نو کے لیے تیار ہو جائے، کیونکہ حکومت کی مرضی کے بغیر اس کی تشکیل نو نہیں ہو سکتی۔ یہ اُن کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔

سوال: عمران خان کی طرف سے روزنامہ جنگ اور جیو کی مخالفت کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

آصف حمید: یہ ایک دلچسپ صورت حال ہے۔ عمران خان نے صحیح بنیاد پر جیو کے خلاف مؤقف اپنایا ہے۔ اس کے جواب میں جیو نے ان کے خلاف طالبان خان کی اصطلاح استعمال کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جیو کی نشریات اور کردار یقیناً قابل اعتراض ہے۔ جیو نے ''امن کی آشا'' کے تحت پاکستان مخالف اور بھارت نوازی کا کردار ادا کیا ہے۔ اس کے ساتھ اجمل قصاب کیس میں جیو نے قصاب کا گھر دکھایا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیو انڈین میڈیا کا شور شرابہ پاکستان میں دکھاتا ہے۔ پاکستان میں انڈین نیوز چینل نہیں دکھائے جاتے، یہ کام جیو کرتا ہے۔ اس لحاظ سے عمران خان کا مؤقف بالکل درست ہے۔ سب سے بڑھ کر آپ یہ دیکھیں کہ جیو نے اسلام کے خلاف کام کیا۔ حقوق نسواں بل اور حدود آرڈیننس کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ فکری لحاظ سے جیو پہلا چینل تھا جو انڈین کلچر کو لے کر آیا۔ دفاعی لحاظ سے آئی ایس آئی کو یا فوج کو الزام دینا بھی جیو کی غلطی ہے۔ اس لحاظ سے عمران خان کا مؤقف درست ہے، لیکن عمران خان کا ایک چینل کے خلاف مؤقف اپنانا اور باقی چینلز کو چھوڑ دینا بھی درست نہیں۔ باقی چینلز بھی انڈین کلچر دکھا رہے ہیں۔ اسلامی اقدار کے خلاف جنگ میں دوسرے چینلز بھی جیو سے پیچھے نہیں۔ وہ بھی اس حوالے سے نہایت گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ لہٰذا عمران خان اس حوالے سے اپنے مؤقف میں وسعت پیدا کریں، تاکہ اصلاح کا عمل صحیح بنیاد پر ہو سکے۔

ایوب بیگ مرزا: میں آپ کو اپنا ایک ذاتی تجربہ بتا دوں۔ جیو چینل ابھی نیا نیا آیا تھا کہ میری ایک صاحب سے جو سابق فوجی تھے، ملاقات ہوئی۔ وہ کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ایک انڈین چینل پاکستان میں شروع ہوا ہے۔ میں نے استفسار کیا کون سا؟ کہنے لگے، جیو۔ میں نے اس وقت تو ان کی شدید مخالفت کی، لیکن آج میں دیکھتا ہوں کہ اُن کی اس بات میں کافی حد تک صداقت تھی۔

سوال: جماعتِ اسلامی نے اعلان کیا تھا کہ وہ ایک وفد عمران خان کے جلسے میں شرکت کے لیے بھیجیں گے، لیکن ایسا ہوا نہیں۔ جماعت اسلامی کی اس پالیسی میں کیا حکمت عملی ہو سکتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ابھی تک یہ بات منظر عام پر آ نہیں سکی کہ وہ کیوں نہیں بھیج سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں وہ آغاز سے ہی اُلجھاؤ کا شکار تھے۔ پہلے اس طرح کی خبریں آئیں کہ وہ باقاعدہ حصہ لیں گے، پھر اس کی تردید کی گئی۔ پھر آیا کہ وہ باقاعدہ حصہ نہیں لیں گے کیونکہ امیر جماعت اسلامی کا استقبال یہاں لاہور (کرکٹ گراؤنڈ وحدت روڈ) میں ہو رہا ہے اور تمام جماعتِ اسلامی وہاں جمع ہو گی، لہٰذا عمران خان کے جلسے ڈی چوک اسلام آباد میں ایک وفد بھیج دیا جائے گا لیکن وہ بھی نہیں ہوا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس حوالے سے نہ انھوں نے میڈیا کو کچھ بتایا اور نہ ہماری معلومات ہیں کہ ہم صحیح طور پر بتا سکیں کہ وہ وعدہ انھوں نے پورا کیوں نہیں کیا اور وفد وہاں کیوں نہیں گیا۔ آیا عمران خان کی پارٹی نے آنے سے روک دیا یا انھیں گفتگو کرنے کی اجازت نہیں ملی۔

سوال: حامد میر پر حملے کے بعد جیو کے حوالے سے میڈیا میں تقسیم پائی جاتی ہے۔ میڈیا میں جاری اس ''خانہ جنگی'' کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟

ایوب بیگ مرزا: یہ معاملہ بڑا حساس ہے۔ ابھی تک تو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حامد میر پر حملہ کن لوگوں نے کیا، لیکن ایک بات طے شدہ ہے کہ حملہ کرنے والوں کی یہ خواہش تھی کہ میڈیا کو آئی ایس آئی اور فوج کے خلاف کھڑا کیا جائے۔ پاکستان کے مضبوط ترین ادارے کا پاکستان کے دوسرے مضبوط ترین ادارے سے تصادم کروا دیا جائے۔ پاکستانی قوم جس طرح ''میڈیائی'' گئی ہے، شاید ہی دنیا میں اور کوئی قوم اس طرح میڈیائی گئی ہو۔ وہ جو بات یہ رات کو میڈیا پر سنتے ہیں، صبح اس پر عمل درآمد کرانے کے لیے چل پڑتے ہیں۔ پاکستان مخالف قوتوں کو یقین تھا کہ اگر میڈیا آئی ایس آئی یا فوج کے خلاف کھڑا ہوگا تو عوام اُس کا ساتھ دیں گے۔ مجھے اس معاملے میں سازش کی بو آتی ہے۔ جیو کو عامر میر (جو حامد میر کے بھائی ہیں) کے بیان کو بغیر تصدیق کے نشر نہیں کرنا چاہیے تھا۔ فرض کیجیے آپ کسی کا نام لے کر نشر کرتے ہیں کہ فلاں بندے نے فلاں بات کہی تو پھر اس میں کیا معقولیت ہے کہ آئی ایس آئی کے چیف کی تصویر اس طرح آٹھ گھنٹے لٹکائے رکھی، جیسے چوک میں مجرم کو لٹکایا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میڈیا کو فوج سے لڑانے کی سازش کو میڈیا ہی نے آگے بڑھایا۔ حامد میر کے معاملے میں میڈیا کتنا ملوث تھا، یہ تو میں نہیں جانتا۔

لیکن اس سازش کو آگے بڑھانے میں جیو نے بنیادی کردار ادا کیا۔ مگر یہاں تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ والا معاملہ ہوا۔ خیال یہ تھا کہ سارے کا سارا میڈیا یکجا ہو کر آئی ایس آئی کے خلاف اتحاد بنا لے گا اور حامد میر کے معاملے میں تمام چینل کھڑے ہو جائیں گے کہ ان کے صحافی بھائی پر حملہ ہوا، مگر پاکستانی قوم اس سازش کو جان گئی۔ ہماری قوم میں بہت سی خامیاں ہیں لیکن وہ بڑی ذہین قوم ہے۔ وہ بات کی تہہ تک پہنچ گئی کہ دراصل دشمن ہماری آئی ایس آئی کو پھنسانا چاہتا ہے۔ اگرچہ آئی ایس آئی نے اندرونی سیاست میں بہت گند ڈالا ہے، لیکن اگر خارجی لیول پر دیکھا جائے تو آئی ایس آئی نے پاکستان کی بہت خدمت کی ہے۔ کئی دفعہ پاکستان پر حملہ ہوا چاہتا تھا، لیکن آئی ایس آئی کی وجہ سے رُک گیا۔ پاکستان کے دفاع میں اس کا بڑا حصہ ہے۔ عوام اسے نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا میڈیا تقسیم ہو گیا، جیو تنہا ہو گیا اور باقی سارا میڈیا ایک طرف ہو گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت بڑی چال تھی جو پاکستان کے بارے میں چلی گئی تھی مگر بُری طرح ناکام ہوئی ہے۔ اگرچہ ہم فوج کی بہت سی باتوں کی مخالفت کرتے ہیں، خاص طور پر طالبان سے جنگ کے حوالے سے اُس کے کردار کو مسترد کرتے ہیں۔ ہم اس کو خلاف اسلام ہی نہیں عملی اعتبار سے خلاف پاکستان بھی سمجھتے ہیں۔ ہماری تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان میں فوجی آپریشن کے ذریعے کوئی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ بلوچستان میں 5 آپریشن ہوئے، لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ لہٰذا اس معاملے میں ہم اپنی خیر خواہانہ انداز سے فوج پر تنقید کرتے ہیں، لیکن ہم یہ تو نہیں چاہیں گے کہ ہمارے دشمن ہماری فوج کا مذاق اُڑائیں۔ اس معاملے میں ہمارا رویہ بالکل مختلف ہے۔ یہی بات عمران خان نے بھی کہی ہے کہ ہمیں خوب پتا ہے کہ ہماری فوج فرشتوں پر مشتمل نہیں ہے، لیکن کوئی اس کا مذاق اُڑائے، یہ ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ جیو نے اس معاملے میں جو کردار ادا کیا، سارا میڈیا اس کو سمجھ گیا، اسی لیے جیو تنہا رہ گیا۔

سوال: جس انقلاب کی بات طاہر القادری کر رہے ہیں، کیا اس انداز میں ملک میں اسلامی انقلاب آئے گا یا انتشار پھیلے گا؟

آصف حمید: ہمیں انقلاب نہیں، اسلامی انقلاب کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں انقلاب محض کی بات ملک کے اندر خانہ جنگی کو بڑھائے گی۔ پاکستان کے اندر امن وسکون کو برباد کرے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قوم کے اندر اس قدر تقسیم ہے کہ کچھ لوگ اگر ایک موقف پر اکٹھے ہو گئے تو کہیں زیادہ اس کے خلاف ہوں گے۔ انقلاب تقاضا کرتا ہے کہ ملک میں اس کے لیے سازگار فضا بن جائے، خواہ وہ سارے لوگ Follow نہ کر رہے ہوں، لیکن عمومی فضا ضرور بن جائے۔ اور یہ فضا اسلامی انقلاب کے حوالے سے ہی بن سکتی ہے۔ لہٰذا پاکستان میں اسلامی انقلاب ہی آ سکتا ہے، والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ اسلامی انقلاب ہی پاکستان کے مسائل کا حل ہے کیونکہ پاکستان کی بقا و استحکام کا ذریعہ صرف اسلام ہے۔ اسلام کے بغیر ہم نسلی تعصبات، مختلف قومیتوں اور علاقائی اکائیوں میں بٹ جائیں گے۔ ہمیں اگر کوئی چیز جوڑ سکتی ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ یہاں اسلام کے علاوہ کسی انقلاب کے کامیاب ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ اسلام پر ہی سب لوگ متفق ہو سکتے ہیں۔ اسلامی انقلاب کے لیے منظم عوامی اجتماعی تحریک کا طریقہ ہی کارگر ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے تفصیل کے ساتھ اس طریق پر روشنی ڈالی اور اسے عام کیا ہے۔ تنظیم اسلامی سیرت النبی ﷺ سے ماخوذ طریق انقلاب پر عمل پیرا ہے۔

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

"مسجد بنت کعبہ N-866 سمن آباد پونچھ روڈ لاہور" میں

8 تا 14 جون 2014ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس

اور

13 تا 15 جون 2014ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء ونقباء تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء ونقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0333-4273815، (042)37520902

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638

0332-4178275

مسٹر سے مولوی تک

انجینئر فیضان حسن

بعض اوقات کچھ محترم و مکرم الفاظ اگر طنزیہ انداز سے سننے کو ملیں اور وہ بھی کچھ نا معقول لبوں سے، تو وہ دل کو چھلنی کر کے رکھ دیتے ہیں۔ ہمارے اس نام نہاد اسلامی معاشرے میں لبرل فاشسٹوں نے آزادئ اظہار رائے کے نام پر داڑھی، مولوی، ملا، طالبان، انتہا پسند اور جہاد وغیرہ کے الفاظ کو ایسے ایسے انداز میں تمسخر کا نشانہ بنایا ہے کہ الامان والحفیظ۔ عرصہ دراز ہوا کہ اپنے زمانہ طالبعلمی میں، میں بھی بدقسمتی سے انہی لبرل حضرات کے مسلک سے کچھ واجبی سا تعلق رکھتا تھا، خاص طور پر طالبعلمی کا وہ دور جو خاکی وردیوں کے سائے میں بوٹوں کی آہٹ سنتے گزرا۔ اتنا تعلق تو ضرور رہا کہ آج گھر کا بھیدی انہی لبرل فاشسٹوں کی ایجاد کردہ آزادئ اظہار رائے کی توپ سے ان کی لنکا ڈھا سکے۔ ان شاء اللہ

میرا سوال ہے ان مسٹر لبرل سے۔۔۔۔۔۔۔ یہ لمبی داڑھی جسے دیکھ کر تم منہ کے عجیب عجیب ڈیزائن بناتے ہو۔۔۔ یہی داڑھی جب سکھ رکھتے ہیں تب تمہاری نظروں میں وہ حقارت نہیں ہوتی جو کسی مسلمان داڑھی والے کو دیکھ کر ہوتی ہے۔۔۔ یہی داڑھی تمہارے قبلہ و کعبہ میں رہنے والے عیسائی پادری اور یہودی علماء رکھتے ہیں تب بھی تمہارے منہ کے وہ خدوخال نہیں بنتے، اور یہی داڑھی جب ہندو سادھو رکھ کر بھجن گاتا ہے تو بالکل تمہیں دہشت گرد نہیں لگتا۔ بلکہ یہی داڑھی تمہارے نام نہاد ہیروز اپنی فلموں میں اپنا جھوٹا کردار نبھانے کے لیے رکھ لیں تو تم بخوشی ان کی تقلید بھی کرتے ہو۔۔۔ بڑی عجیب بات ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تقلید میں داڑھی رکھنے والا تمھیں عجیب و غریب لگتا ہے۔۔۔ مسٹر لبرل! اگر ہر داڑھی والا دہشت گرد اور شدت پسند ہے تو اپنی صرف پانچ پشتیں اٹھا کر دیکھو، تمھیں اپنے آباء واجداد میں بھی کافی ایسے انتہا پسند مل جائیں گے۔۔۔

مولوی کی اصطلاح کو بھی مسٹر لبرل کافی رگیدا ہے آپ نے۔۔۔ پہلی بات تو یہ کہ اسلام میں مولوی کی وہ خدائی حیثیت نہیں، جو عیسائیت میں پادری یا پوپ کو دی گئی ہے۔ ایک عالم دین قرآن و سنت کی روشنی میں دین کی وضاحت کرے گا، وہ لوگوں کو شریعت سے آزادی اور بخشش کا پروانہ نہیں دے سکتا۔ اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ ہر شخص اپنی ذات میں ایک مولوی ہو۔۔۔ ہر مسلمان کو دین اسلام کا علم ہونا ضروری ہے۔۔۔ ایک طرف تو مسٹر لبرل آپ نے اپنی قوم کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے والے مولوی کے کردار پر طعن و تشنیع بھی شروع کر دی۔ اور اگر کسی پڑھے لکھے کو اللہ نے تبدیل کر کے دین کے رستے پر چلنے کی توفیق دے ہی دی تو آپ نے اس کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ یعنی ایک داڑھی منڈا انجینئر اور ڈاکٹر اصلی لگنے لگا، بہ نسبت ایک داڑھی والے انجینئر اور ڈاکٹر سے، کہ بھئی یہ تو مولوی لگتا ہے۔ مسٹر لبرل! اگر آپ اپنی قوم کے بچوں کو ڈاکٹر، انجینئر، وکیل (بلکہ اداکار تک) بننے کی آزادی دیتے ہیں تو ان کو مولوی بننے کی آزادی کیوں نہیں ہے؟ عجیب اسلامی ملک ہے جہاں جسم فروشی کرنے والیوں کے حق میں قانون بنائے جاتے ہیں کہ ان کو آزادی حاصل ہے اور دینی جماعتوں کو کالعدم قرار دے دیا جاتا ہے۔ ایک دیندار اپنے دین کا پرچار کھلے عام نہیں کر سکتا۔ لعنت ہے ایسی اسلام بیزار جمہوریت پر اور ایسی اقدار پر۔۔۔ مسٹر لبرل آپ سے گزارش ہے کہ اپنی ارتھی کے لیے کچھ لکڑیاں اکٹھی کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی مولوی آپ کا جنازہ پڑھانے پر تیار نہ ہو۔

بنیاد پرست اور انتہا پسند بھی ایک ایسی ہی اصطلاح ہے جس کا آپ نے بہت مذاق بنایا۔ مسٹر لبرل! اگر اسلام کے بنیادی اصولوں کی پیروی کرنا بنیاد پرستی ہے اور ان بنیادی اصولوں سے آگے بڑھ کر معاشرت، معیشت اور سیاست میں شریعت کا نفاذ انتہا پسندی ہے تو بھی دو باتیں سمجھ لیجئے۔ اگر آپ کے بقول ہم اپنا نظریہ آپ پر تھوپ نہیں سکتے تو ہمارے نظریے پر آپ ہمیں ہدف تنقید کیوں بنا رہے ہیں؟ اگر بقول آپ کے، آپ کو مادر پدر آزادی حاصل ہے، اپنی مرضی کا نظام حیات اپنانے کی، تو وہی آزادی ایک بنیاد پرست کو کیوں حاصل نہیں؟ اگر بقول آپ کے، آپ کو اپنی زندگی اپنی مرضی سے جینے کا حق حاصل ہے تو وہی حق ایک بنیاد پرست کو کیوں حاصل نہیں؟ اور اگر بقول آپ کے، آپ کو اپنے نظریات کا پرچار کرنے میں آزادی حاصل ہے تو ہمیں حاصل کیوں نہیں؟ مسٹر لبرل! جیو اور جینے دو کا نعرہ بھی تمہیں لگاتے ہو اور دوسروں کو اس حق سے محروم بھی تمہیں کرتے ہو۔۔۔ شاید تم بھی اپنے آقاؤں کی طرح اس نظام سے خوفزدہ ہو جو تمھیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے کھونٹے سے باندھ دے گا اور تمہاری یہ نام نہاد آزادی ختم ہو جائے گی۔ اور دوسری بات یہ کہ جس دہشت گردی اور جس انتہا پسندی کا واویلا تم اسلام پسندوں کے لیے مچا رہے ہو، وہ دہشت گردی تمھارے سیکولر آقاؤں ہی کی پیداوار ہے۔ نفاق کی حد تو یہ ہے کہ ملالہ کا ملال کرنے والوں کو وہ معصوم بچے نظر نہیں آتے جو وزیرستان میں امریکی ڈرون حملوں کے ذریعے، افغانستان میں نیٹو کی بمباری کے نتیجے میں، برما میں بدھ انتہا پسندوں کے ہاتھوں اور شام میں علوی شیعہ انتہا پسندوں کے ہاتھوں مارے جا رہے ہیں۔ مسٹر لبرل! ان بچوں کے لیے تمھاری زبان اور قلم سے کوئی آہ نہیں نکلے گی۔ اس لیے کہ ان کو مارنے والے تمھارے نزدیک انتہا پسند نہیں بلکہ سیکولر لبرل فاشسٹ ہیں۔

مسٹر سے مولوی تک کا سفر شائد کٹھن اور دشوار گزار ہی سہی، طنز کے کانٹوں اور معاشرتی بائیکاٹ کے تیروں سے زخم آلود ہی سہی۔ لیکن یہ کٹے پھٹے جسم اور یہ آبلہ پا وجود میرے رب کو بہت محبوب ہیں، کہ شکستہ ہوں تو عزیز تر ہیں نگاہ آئینہ ساز میں۔۔۔ سرور کونین ﷺ نے ان لوگوں کو غرباء کا نام دیا جو دین کی غربت اور اجنبیت کے دور میں خود غریب اور اجنبی ہو جائیں، لیکن چمٹے رہیں اس دین کے ساتھ اور ہر وقت جدوجہد کرتے رہیں شریعت کی سربلندی کے لیے۔ شریعت ان کی زندگیوں میں نافذ ہو گئی تو کیا کہنے، ہارے بھی تو بازی مات نہیں۔۔۔۔۔۔ مخالفت اپنوں کی جانب سے بھی ہو گی اور غیروں کی طرف سے بھی، لیکن اطمینان بخش بات یہ ہے کہ بہترین وکیل نے ان کی وکالت کا ذمہ خود اٹھا لیا ہے۔۔۔۔۔ تقاضائے بشریت کے تحت غلطیاں اور کوتاہیاں بھی ہوں گی اور اگر استغفار بالاسحار جاری رہی تو مغفرت ہی نہیں بلکہ سیئات کو صالحات سے بدلنے کا وعدہ بھی رب کریم نے خود کیا ہے۔ اللہ ہمیں اس راستے پر استقامت عطا فرمائے اور مسٹر سے مولوی تک سب کو ہدایت بھی عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

نوجوانوں میں جرائم: وجوہات اور سدباب

امجد رسول امجد

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اس دنیا میں پیدا ہونے والا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، یہ اُس کے ماں باپ ہیں جو اسے یہودی، مجوسی اور عیسائی بنا دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے یہ ثابت ہوا کہ اس دنیا میں کوئی نوجوان مجرم پیدا نہیں ہوتا، بلکہ اس کا گھریلو ماحول، اُس کے دوست، اس کی سنگت، اُسے مجرم بنا دیتی ہے۔ ہم لوگ اکثر و بیشتر میڈیا پر دیکھتے اور اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں بچہ سکول میں پڑھتا تھا، بڑا نیک اور صالح تھا۔ اس کی فلاں لڑکے سے ملاقات ہوگئی، اُس نے اس کے ذہن میں جرم کا ایسا سہانا زہر بھرنا شروع کردیا کہ انہوں نے مل کر ایک گینگ بنالیا اور ڈاکے اور قتل شروع کردیے۔

کہتے ہیں کہ آدمی اپنی کمپنی سے پہچانا جاتا ہے۔ کسی جاہل ان پڑھ ریڑھی اور تانگے والے سے پوچھو تو وہ بھی یہی کہے گا کہ انسان پر محفل کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔ کائنات کی سب سے معتبر، سب سے عظیم ہستی نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ایسے لوگوں میں بیٹھیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے، جن سے گفتگو کریں تو علم کی خوشبو آئے، جن کے اعمال دیکھیں تو آخرت کی یاد آئے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوہار کے پاس نہ بیٹھنا کیونکہ جتنا بھی دامن بچاؤ گے کوئی نہ کوئی چنگاری تمہارے دامن پر ضرور گر جائے گی۔ عطار کے پاس بیٹھنا وہ تمہیں خوشبو نہ بھی دے تو مہک لے کے اٹھو گے۔ ایک نوجوان کے بننے اور بگڑنے میں سب سے بنیادی کردار ماں کا ہے۔ ماں کی گود بچے کا پہلا مدرسہ ہوتی ہے، پھر اُس پر اس کے معاشرتی ماحول کا بھی اثر ہوتا ہے۔ والدین اگر اپنی اولاد کو رزق حلال کھلا کر پال رہے ہوں تو اس کا بہت کم امکان ہوتا ہے کہ بچہ جوان ہو کر ماں باپ کا گستاخ بنے یا چوری قتل اور ڈکیتی جیسے بھیانک کاموں میں ملوث ہو۔

نوجوانوں میں بڑھتے ہوئے جرائم کی ایک اہم وجہ ان کی رشوت کی کمائی، سود کی آمدن اور رزق حرام پر پرورش ہے۔ ایسی اولاد سے والدین بھی تنگ آتے ہیں اور وہ تھانے، کچہری اور ہسپتالوں کے چکر لگا لگا کر ادھ موئے ہو جاتے ہیں بالآخر یہی رو رو کے ایسی دعائیں مانگتے ہیں کہ یارب ہمارے بیٹے کو موت دے دے، اس نے تو ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جن رگوں میں حرام غذا سے پیدا ہونے والا خون دوڑتا ہے، اُن کا نیک اور صالح کام کرنے کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔ نیک اور صالح اولاد تو اکثر رزق حلال کمانے اور کھانے والوں کے حصہ میں آتی ہے۔

حضرت عمرؓ کے دور کا واقعہ ہے۔ ایک رات وہ پہرے کے لیے نکلے۔ ایک گھر سے ماں کی آواز آئی کہ بیٹی دودھ میں پانی ملا دو۔ بیٹی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ امیر المومنین نے ملاوٹ سے منع کیا ہے۔ ماں نے کہا، بیٹی رات کا وقت ہے۔ اس وقت تو امیر المومنین سوئے ہوں گے۔ بیٹی نے جواب دیا، ماں اوپر والا تو نہیں سوتا، وہ تو جاگ رہا ہے اور دیکھ بھی رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ سارا واقعہ دیوار کے ساتھ کھڑے ہو کر اپنے کانوں سے سنا۔ آپؓ نے رشتہ مانگنے کے لیے لڑکی کے گھر قاصد کو بھیجا اور اس نیک صالح بیٹی کو اپنی بہو بنالیا۔ امیر المومنین نے اس بیٹی کی نہ شکل دیکھی نہ صورت دیکھی، نہ کوئی جہیز کا مطالبہ کیا۔ صرف اس بیٹی کے یقین اور ایمان سے متاثر ہو کر اسے بہو بنالیا۔ اسی خاتون کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کی سیرت تاریخ اسلام نے سنہری لفظوں میں لکھی، جس کا نام حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تھا۔ یہ مسلمانوں کے خلیفہ بنے۔ ان کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہو کر صرف وظیفے پر گزارا کرتے۔ جب مرنے لگے تو پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا امیر المومنین آپؒ کے بارہ بیٹے ہیں۔ آپ نے خلیفہ ہو کر بھی ان کے لیے کچھ نہیں بنایا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ دیکھو میں نے ساری عمر ان کو حلال کھلایا اور پہنایا ہے۔ میں انہیں اس مقام پر چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ یہ جب بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں گے ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں کو خالی کبھی نہیں لوٹائیں گے۔ پھر ایک زمانہ آیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سارے بیٹوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی عزت اور مقام دیا۔ کوئی صوبے کا گورنر بنا، کوئی کسی علاقے کا قاضی بنا، کوئی مفتی بنا، کوئی وقت کا بہترین محدث بنا، اور دنیا والے ان کے جوتے اٹھانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

خدا گواہ ہے کہ آج اپنے نوجوان بھائیوں کو دیکھ کر روح کانپ اٹھتی ہے۔ یہ اس قوم کے بیٹے ہیں کہ جن کی مسلمان ماؤں بہنوں نے آزادی کے بعد ارض پاک کی طرف آتے ہوئے تڑپ تڑپ کر جانیں دیں۔ والدین کے سامنے لخت جگر ذبح ہوئے۔ معصوم بچوں کو نیزوں پر اچھالا گیا۔ کتنی معصوم عصمتوں کو داغ دار بنا دیا گیا۔ کیا یہ وہی پاکستان ہے جس کا خواب علامہ اقبالؒ نے دیکھا تھا، جسے حقیقت کا روپ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے دیا تھا۔ کیا یہ وہی پاکستان ہے جس کا جھنڈا مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے لہرایا تھا، جس کا ترانہ حفیظ جالندھری نے لکھا تھا، جس کا نام چودھری رحمت علی نے تجویز کیا تھا۔ پاکستان 1947ء میں لاکھوں مسلمانوں کی بے مثال قربانیوں سے بنا تھا۔ یہ ملک ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا۔ مسلمانان پاک و ہند نے سجدوں میں رو رو کے اللہ سے دعائیں مانگیں اور وعدہ کیا کہ یا اللہ ہمیں ایک علیحدہ ملک پاکستان دے دے، ہم وہاں تیرا نظام زندگی قائم کریں گے۔ عدل و انصاف اور مساوات کا دور دورہ ہوگا۔ تیری شریعت جلوہ گر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی دعا قبول کرلی اور پاکستان بن گیا۔ مگر ہمارے بزرگوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا، ہم اس عہد کو فراموش کیے بیٹھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آدھا ملک کٹ گیا۔ 90ہزار مسلمان ہندوؤں کی قید میں چلے گئے۔ پوری دنیا میں ہمیں سخت رسوائی سہنی پڑی۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ پاکستان بننے کے بعد ہمارے سیاست دان اور حکمران اللہ سے کیا ہوا وعدہ پورا نہ کر سکے۔ جب بھی کوئی اللہ کا نیک بندہ اس وعدے کا یاد دلانے کے لیے سامنے آیا، اور اس نے کلمہ حق بلند کیا، تو حکمرانوں نے اس کی مخالفت کی۔ اور اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون نافذ کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ پڑھے لکھے بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرنے والے نوجوانوں پر رزق حلال کے دروازے بند ہو گئے تو پھر وہ ڈگریاں پھینک کر رات کی تاریکی میں ناجائز راستے سے روپیہ پیسہ حاصل کرنے لگے۔

جانے کیا سوچ کے ماں باپ نے پالے بچے
حالات نے کس رنگ میں ڈھالے بچے
تم ذرا کھولو تو سہی ان پر در رزق حلال
پھر نہ توڑیں گے کبھی رات کو تالے بچے

کل کے نوجوانون کے ڈیرے مسجدوں میں ہوتے تھے، آج کے جوانوں کی راتیں، کلبوں اور تھیڑوں میں گزرتی ہیں۔ کل نوجوان رزق حلال کماتے، زکوٰۃ ادا کرتے، حج پر خرچ کرتے اور اللہ کی رضا کے لیے رفاعی کاموں میں خرچ کرتے تھے۔ آج نوجوان رشوت، سود، جھوٹ اور فراڈ اور دھوکے سے رزق حرام کماتے ہیں، اور پھر اسے عیاشیوں پر خرچ کر دیتے ہیں۔ کسی اہل نظر نے خوب کہا تھا کہ مجھے ایسے جوانوں پر حیرت ہوتی ہے جو اپنا گھر بار لٹا کر نام پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتدائی تعلیم اور ماحول کا اثر ساری عمر انسان کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ میرے والدین نماز پڑھتے ہیں، میں بھی نماز پڑھتا ہوں۔ میرے والدین گھر میں جھوٹ نہیں بولتے، میں بھی جھوٹ نہیں بولتا۔ میرے والدین رزق حلال کو عبادت تصور کرتے ہیں۔ میں بھی رزق حلال کھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ ہمیشہ دیے سے دیا جلتا ہے۔ اگر گھر میں بیوی خاوند کے پرس سے پیسے چوری کرے۔ خاوند کی غیر موجودگی میں جائے وہاں، بتائے یہاں۔ بات بات پر جھوٹ بولے تو کیا اس کا اولاد پر مثبت اثر پڑے گا۔ ہرگز نہیں، جو ماں اپنے بچوں کے سامنے چند روپے کی ہیرا پھیری کرے گی، اس کا بیٹا دوکانوں کے تالے نہیں توڑے گا یا پیٹرول پمپ نہیں لوٹے گا تو کیا کرے گا۔ جو ماں بات بات پر جھوٹ بولے گی، اس کا بیٹا جھوٹ کو اپنا مشن نہیں بنائے گا تو کیا کرے گا۔ آج کے نوجوانوں کا جرائم کی طرف راغب ہونے کا سب سے بڑا سبب یہ بھی ہے کہ یہ بچارے رات دن کی محنت سے اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرتے ہیں اور جب نوکری کے لیے دفتروں کے چکر لگاتے ہیں تو رشوت اور سفارش نہ ہونے کی وجہ سے نوکری سے محروم رہ جاتے ہیں۔ انسان کی فطرت ہے کہ جب اس کی جائز حاجات پوری نہ ہوں تو منفی طور طریقے سوچنے لگ جاتا ہے۔

نظام کی خرابی کے ساتھ ساتھ مادہ پرستی اور دین سے بے اعتنائی نے بھی لوگوں کو حرام خوری کی طرف مائل کیا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آج ہر طبقہ دنیاوی سٹیٹس کے چکر میں پڑ کر حلال وحرام کے تصورات سے غافل ہو چکا ہے۔ جہاں بھی دیکھو، بددیانتی، جھوٹ فراڈ، رشوت، اقرباء پروری، ناجائز طریقہ سے مال بنانے کا فن ہے۔ خورد ونوش کی اشیاء میں ملاوٹ ہے۔ یہ عوام کی خدمت کرنے کے بہانے کروڑوں لگا کر اربوں کمانے والے سیاست دان، اور گردوں کا کاروبار کرنے والے ڈاکٹر، یہ عدلیہ کی کرسی پر بیٹھ کر بے گناہوں کو سزائے موت دینے والے اور گناہ گاروں کو رہا کرنے والے جج، نہ کسی پلاٹ کی خاطر کسی بھاری لفافے کی خاطر یا کسی ایجنسی اور کوٹے کی خاطر اپنا قلم اپنا ذہن، اپنا ضمیر اور اپنا ایمان نیلام کرنے والے صحافی، یہ سرکاری خزانے کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ کر کافروں کے بینکوں کی تجوریاں بھرنے والے حکمران، یہ حق چھپانے والے وارثان منبر ومحراب کون لوگ ہیں۔ یہ لوگ ہمارے ہی معاشرے کا حصہ ہیں۔ ہر سرکاری ادارہ میں رشوت کا حرام دھندہ، یہ نیچے سے اوپر تک اور اوپر سے نیچے تک چاروں جانب لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔ ان حالات میں پیدا ہونے والا بچہ یا اس ماحول میں جوان ہونے والا نوجوان چراغ بالی اور محمد خان ڈاکو نہیں بنے گا تو کیا سید عطاء اللہ بخاریؒ یا مولانا اشرت علی تھانویؒ بنے گا۔ ہرگز نہیں، کبھی نہیں۔ گندم بونے والے گندم ہی اٹھایا کرتے ہیں، اور جو بونے والوں کے حصے میں جو ہی آتے ہیں۔

نوجوانوں کو اس ماحول اور معاشرہ نے جو کچھ دے رکھا ہے، کل اسی کی توقع رکھنی چاہیے۔ کہاں گئے وہ والدین جو رزق حرام کمانے والے اور رشوت لینے والے بیٹے کو گھر سے نکال دیا کرتے تھے۔ آج گنگا الٹی چل رہی ہے۔ گھر میں وہی شہزادہ ہوتا ہے جو تنخواہ کے علاوہ ہزاروں لاکھوں 'کما' کے لاتا ہے۔ اور والدین اور بہن بھائیوں کو کھلاتا ہے۔ کبھی کسی نے یہ جاننے کی جسارت نہیں کی کہ ہمارا بیٹا یا بھائی کہاں سے لاتا ہے۔ پھر آخر کار ایک دن جب اماں جی کو اور باباجی کو وہ دھکے دے دے کر گھر سے نکال دیتا ہے تو پھر آواز آتی ہے:

کیا تھا جوان میں نے جسے پوس پال کر
خوش ہو رہا ہے مجھ کو وہ گھر سے نکال کر
ساری عمر بوجھ اٹھاتا نہیں کوئی
دریا بھی پھینک دیتا ہے لاشیں اچھال کر

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم قرآن اکیڈمی کے رفیق جناب عتیق الرحمان کی اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم قرآن اکیڈمی کے رفیق محمد یونس خان کے چچا انتقال کر گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم و مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین) قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

ضرورت رشتہ

☆ آرائیں فیملی کو اپنی دو بیٹیوں، عمر 30 سال، تعلیم ایم اے اکنامکس، قد 5 فٹ 2 انچ اور عمر 26 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، بی ایڈ، قد 5 فٹ 4 انچ کے لیے نیک شریف خاندان سے رشتے درکار ہیں۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ صرف والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0320-4093959, 36540084

☆ کراچی میں رہائش پذیر خاندان کو اپنی بیٹی، عمر 28 سال، رفیقہ تنظیم اسلامی، ایم اے (جاری)، ایک سالہ عربی گرامر کورس، شرعی پردہ کی پابند، کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ صرف والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0300-2169985

تنظیم اسلامی مالاکنڈ کے زیر اہتمام توسیع دعوت پروگرام

24اپریل2014ءکو جامع مسجد آواری اور جامع مسجد قلعہ ملاکنڈ میں توسیع دعوت کے سلسلے میں دو الگ الگ دروس کا اہتمام کیا گیا، جو بالترتیب بعد از نماز عصر اور بعد نماز مغرب ہوئے۔ ان دعوتی پروگراموں میں کثیر تعداد میں رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ مدرس ممتاز بخت نے سورۃ الواقعہ اور سورۃ الحج کی آیات کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن حکیم کتاب انقلاب ہے، یہ دلوں کو نرم کر دیتی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کے ذریعے نبی اکرم ﷺ نے پورے جزیرہ نمائے عرب میں انقلاب برپا کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ آئندہ بھی اسلامی انقلاب دعوت قرآنی کو عام کرنے سے آئے گا۔ اس کے بغیر انقلاب نہیں آسکتا۔ انہوں نے شرکاء کو تاکید کی کہ وہ قرآن مجید کے حقوق کی ادائی کی فکر کریں، یعنی اس کتاب پر ایمان لایا جائے، اسے پڑھا جائے، اسے سمجھا جائے، اس پر عمل کیا جائے اور اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔ شہادت علی الناس کا تقاضا یہ بھی ہے کہ پورے کرہ ارض پر اس قرآنی نظام کو رائج کیا جائے۔ دعائیہ کلمات کے ساتھ ان دعوتی پروگراموں کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ پروگراموں کے مدرس، شرکاء اور منتظمین کو جزائے خیر سے نوازے اور ان کی صلاحیتوں کو اپنے دین کی سربلندی کے لیے قبول فرمائے۔ (آمین)

(رپورٹ: شریف باچہ)

حلقہ ملاکنڈ کی دعوتی سرگرمیاں

9مئی2014ءکو باجوڑ ایجنسی کے دو مقامات پر ناظم دعوت فیض الرحمٰن نے دعوتی خطابات کیے۔ دونوں پروگراموں میں لگ بھگ 50افراد شریک ہوئے۔ مدرس نے بندگی ربّ کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ بندگی کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اجتماعی سطح پر وہ نظام قائم کیا جائے، جس میں بندگی کرنا آسان ہو۔ انہوں نے واضح کیا کہ طاغوتی نظام کا خاتمہ اور اللہ کے دین کا بالفعل غلبہ ازخود نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے جدوجہد کرنی ہوگی۔ اس کے لیے دین کے نام لیواؤں کو اُٹھنا ہوگا۔ اور ایک نظم میں شامل ہو کر اس راہ میں اپنے تن من دھن کی قربانیاں دینا ہوں گی۔ تب جا کر غلبہ دین کی منزل آئے گی۔ انہوں نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ غلبہ دین کی یہ کوشش اور سعی کوئی اضافی نیکی نہیں بلکہ یہ ہر مسلمان کا فریضہ اور دینی ذمہ داری ہے۔ موصوف نے آخر میں انقلابی جماعت کے اوصاف اور منہج نبویؐ پر روشنی ڈالی۔ دعائیہ کلمات کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوئے۔

(مرتب: احسان الودود)

امیر حلقہ سرگودھا کا دورہ ضلع بھکر

امیر حلقہ سرگودھا ڈاکٹر رفیع الدین دو رفقاء میاں ظفر یاسین اور گل باز کے ہمراہ 15اپریل2014ءکو بعد نماز فجر آگاہی منکرات پروگرام کے تحت سرگودھا سے بھکر روانہ ہوئے۔ میانوالی سے راقم بھی دو رفقاء امان اللہ اور امیر عبداللہ کے ہمراہ بھکر روانہ ہوا۔ پروگرام کے مطابق ہم صبح ساڑھے سات بجے چاندنی چوک پہنچ گئے اور وہاں سے آٹھ بجے کلورکوٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ کلورکوٹ ضلع بھکر کی تحصیل ہے۔ راستے میں ذمے والا گاؤں پڑتا ہے، جہاں ہمارے ایک رفیق ابوبکر خان رہتے ہیں۔ ان کے گھر گئے، انہیں انسداد فحاشی و عریانی کے حوالے سے پمفلٹ دیئے اور وہاں سے کلورکوٹ روانہ ہو گئے۔ کلورکوٹ پہنچ کر رفقاء کو شہر میں پمفلٹ تقسیم کرنے کی ذمہ داری سونپی اور امیر حلقہ راقم کے ہمراہ جامعہ رحیمیہ حسنیہ کے مہتمم مفتی عمران سے ملاقات کے لیے مدرسہ گئے، تاہم مفتی صاحب موجود نہیں تھے، لہٰذا ملاقات نہ ہوسکی۔ ان کے رفقاء نے انسداد فحاشی پمفلٹ کی تقسیم کے حوالے سے بہت تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ پمفلٹ کی تقسیم سے فارغ ہو کر گورنمنٹ کالج کلورکوٹ گئے، جہاں کالج کے پرنسپل پروفیسر لئیق احمد سے ملاقات کی۔ ان کی خدمت میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب ''سیرت خیر الانام ﷺ'' اور تنظیم اسلامی کا کیلنڈر ہدیتاً پیش کیا۔ ان کے سٹاف کے ساتھ بہت مفید گفتگو ہوئی۔ کلورکوٹ سے دریا خان کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک قدیم قصبہ شاہ عالم ہے۔ وہاں ڈاکٹر شاہین اقبال سے ملاقات ہوئی۔ ان کو ''سیرت خیر الانام ﷺ'' اور تنظیم کا کیلنڈر ہدیہ کیا اور قصبہ میں انسداد فحاشی اور عریانی کے حوالے سے پمفلٹ تقسیم کیے۔ ہماری اگلی منزل دریا خان تھی، دریا خان میں فحاشی کے خلاف پمفلٹ تقسیم کیے، اور گورنمنٹ کالج دریا خان کے پرنسپل پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد گوجر سے ملاقات کی۔ ان کے ساتھ تفصیلی گفتگو ہوئی۔ بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے متعارف ہیں۔ انہیں سیرت خیر الانام ﷺ اور تنظیم اسلامی کا کیلنڈر تحفۃً پیش کیا اور بھکر کی طرف روانگی سے قبل نماز ظہر ادا کی۔ دریا خان کے قریب ڈگر قریش بنیادی مرکز صحت میں رفیق تنظیم عطاء المصطفیٰ عابد کو ملنے گئے، مگر وہ سرکاری کام سے بھکر گئے ہوئے تھے۔ وہاں سے روانہ ہو کر بھکر پہنچے۔ ظہرانہ اور کچھ دیر آرام کے بعد رفقاء کو فحاشی اور عریانی کی آگاہی کے پمفلٹ تقسیم کرنے کی ذمہ داری سونپی اور امیر حلقہ راقم کے ہمراہ جامع قادریہ رحیم آباد کے مہتمم صفی اللہ صاحب سے ملنے گئے، نماز عصر وہیں ادا کی۔ بھکر شہر میں مہم مکمل کر کے میانوالی کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں قصبہ ڈُلے والا آتا ہے۔ وہاں ایک بزرگ رفیق تنظیم محترم دوست محمد خان کے گھر جا کر اُن سے ملاقات کی۔ نماز مغرب کے بعد اُن سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ وہاں سے میانوالی روانہ ہو کر ساڑھے دس بجے میانوالی پہنچے۔ رفقاء انتظار میں تھے۔ رات کو آرام کیا اور صبح فجر کی نماز کے بعد جناب نور خان نے درس قرآن دیا۔ امیر حلقہ جناب ڈاکٹر رفیع الدین شیخ نے نقباء سے ملاقات کی اور ناشتہ کے بعد سرگودھا روانہ ہو گئے۔

(رپورٹ: ڈاکٹر شادی بیگ خان نیازی)

تنظیم اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام سات روزہ قرآن کلاس

20 تا 26اپریل دی سمارٹ سکول پرانی سبزی منڈی چوک میں سات روزہ قرآن کلاس کا اہتمام کیا گیا۔ مقرر نثار احمد شفیق تھے، جو ہارون آباد سے تشریف لائے۔ قبل ازیں اس پروگرام کی تشہیر کے لیے شہر بھر میں بینرز لگائے گئے اور تقریباً 2000 کی تعداد میں پمفلٹ تقسیم کیے گئے۔ قرآنی کلاس کا آغاز سورۃ الفاتحہ کے درس سے ہوا۔ نثار احمد شفیق نے سورۃ الفاتحہ یعنی اُم الکتاب کی تشریح کی۔ اس کے بعد سورۃ الزمر کی آیات کی روشنی میں توبہ کے موضوع پر درس ہوا۔ آخری روز سورۃ لقمان کے درس میں والدین کے حقوق پر گفتگو ہوئی۔ اس پروگرام میں لگ بھگ 400 مرد و خواتین نے دینی جوش و جذبہ سے شرکت کی۔ اس موقع پر کتابوں کا سٹال بھی لگایا گیا تھا۔ شرکاء میں چند کتابچے مفت تقسیم کیے گئے۔ درس قرآن میں شریک مردوں سے ان کے رابطہ نمبر لیے گئے، تاکہ آئندہ رابطہ میں آسانی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے لیے تن من دھن لگانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: رانا شکیل احمد)

غلبۂ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

شمارہ جون 2014ء
شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ

اجرائے ثانی: **ڈاکٹر اسرار احمد** رحمۃ اللہ علیہ

مشمولات

نظامِ تعلیم کے چیلنجز اور ان کا حل	ایوب بیگ مرزا
تنظیمِ اسلامی کا منہج اور چند مغالطے	جمیل الرحمٰن عباسی
شُحّ النَّفس	پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
اُمّ المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	حافظ محمد زاہد
مسلم معاشروں میں خواتین کا چہرے کا پردہ	ڈاکٹر گوہر مشتاق
یہودیت کی بنیاد اور مختصر تاریخ	انجینئر محمد عامر یٰسین
علامہ محمد قطبؒ جوارِ رحمت میں	شاہ اجمل فاروق ندوی
تحریکِ شہیدین پر اعتراضات کا تجزیہ	محمد یاسر

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 25 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

کتابچہ ''خلاصہ تعلیمات قرآن'' کی مفت فراہمی

قرآنی تعلیمات کا خلاصہ جاننے اور ماہِ رمضان المبارک
کے دوران پیغام قرآن کو عام کرنے کے لیے
پروفیسر محمد یونس جنجوعہ کا مرتب کردہ کتابچہ

''خلاصہ تعلیمات قرآن''

درج ذیل پتہ پر مفت دستیاب ہے
دفتر ندائے خلافت / مکتبہ خدام القرآن (سیل پوائنٹ)
قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن

برائے رابطہ 042-35869501-3, 0301-4576107

تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء کی اہمیت

ہمارے ملک میں بہ نسبت عرب اور دوسرے اسلامی ممالک کے اکثر عوام اور بعض اہل علم کے سامنے تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء کی اتنی اہمیت واضح نہیں ہے جتنی شرعاً اس کی اہمیت وارد ہے۔ احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے، میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپ کو کس چیز نے بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھنے سے منع کیا؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے دیکھا کہ آپ اور دوسرے حضرات تشریف فرما ہیں (اس وجہ سے نہیں پڑھی)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھے۔'' (رواہ مسلم)

مسجد کو ''خانۂ خدا'' کہا جاتا ہے، اس لیے اس کے حقوق اور اس میں داخلہ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہاں جا کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کی جائے، یہ گویا بارگاہِ خداوندی کی سلامی ہے، اسی لیے اس کو '' تحیۃ المسجد '' کہا جاتا ہے۔ (تحیۃ کے معنی سلامی کے ہیں)۔ (معارف الحدیث)

اسی طرح احادیث میں تحیۃ الوضوء کی بھی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ '' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فجر کی نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے بلال! تمہیں اپنے جس اسلامی عمل سے سب سے زیادہ خیر و ثواب کی اُمید ہو وہ مجھے بتلاؤ، کیونکہ میں نے تمہارے جوتوں کی چاپ (آواز) جنت میں اپنے آگے آگے سنی ہے۔'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''مجھے اپنے اعمال میں سب سے زیادہ اُمید اپنے اس عمل سے ہے کہ میں نے رات یا دن کے کسی وقت میں بھی وضو کیا ہے تو اس وضو سے میں نے نماز ضرور پڑھی ہے۔ جتنی نماز کی بھی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت توفیق ملی۔''

اس حدیث میں خاص پیغام یہ ہے کہ بندہ اس کی عادت ڈالے کہ جب بھی وضو کرے اس سے حسب توفیق کچھ نماز ضرور پڑھے خواہ فرض ہو، خواہ سنت، خواہ نفل۔

(معارف الحدیث) (انتخاب: عمر دراز)

Post-Modern influence on Muslim society

Omer bin Ahsan

Irrespective of what our conception of our self is, whether we can think above and beyond the society and themes of our times, we are interwoven in the flux of human experience that is produced by the ideas of our times. Our conception of self and relationship with reality and society is a direct consequence of this.

The entire human progress in ideas and thought since the dawn of "civilization" has been a reaction to the circumstances the thought produces resulting into a chain reaction of circumstances and philosophy that have through time and again driven man towards a conception of reality that is more instinctive and sensorial. Where, intellect only serves to justify the overwhelming will and desire of the self in his pursuit of controlling his sphere of reality.

Post-Modern philosophy that dominates the art and culture of our times by means of a market driven aesthetics (TV, Internet, Arts, Architecture and Technology) gives the individual the illusion of driving their own meaning of life and reality. That, what is sacred will be will determined by the self, based on his own passions and that his ability to reason will only serve to justify his own passions. This means that if a man derives pleasure in homosexual behaviour; it is meaningful and good for him, as he is the author of his own morality. Whereas, a man spending the entire night in penitence is equal (in the post-modern framework) to the former as he finds meaning in his own way.

Contemporary society and the place it is headed is a society disconnected from reality as it is subdued in the imagination or cognitive experience derived through pleasure by means of technology and modern arts that surrounds him through the process of globalization (creating a modern life world by establishing a modern rationality). Where, rather than to seek pleasure the pleasure seeks him through the marketing mechanism. Since technology and modern arts are dominated by a global pursuit of capital therefore what is meaningful will always be derived through a vessel that is value laden with the pursuit of pleasure, freedom and progress. A modern man lives in the illusion that he is defining his own meaning and conception of reality. To exist in such a society and to be part of this global wave while being Muslims is to carve out a place of Islam within this overarching structure. This creates a value conflict where contemporary discourse is freedom seeking and determines the value of good on the basis of "too each his own".

Where contemporary discourses determine the world as an end in itself, Islamic Tradition deems the world as the means to an end, the end being the Hereafter. Where contemporary discourse pursues rights and equality, Islamic tradition demands following of Prophet (saw) and the scholarly tradition derived from him (saw).

The essential threat from a an epidemic that has afflicted post-colonial Muslim societies is the re-crafting of Islam in light of modern interpretation by breaking away from the Prophetic (saw) scholarly tradition (whose maintenance and preservation Allah has taken upon Himself). In the Post-Modern age this breaking away is more dangerous as an individual Muslim seeks to derive what is meaningful to him in Islam and take only the portions that fits in the structure of reality that he has created for himself (as the master of his own morality), without recognizing that his structure is a product of a thought and history that denies the existence or need to have a God. The real battle of the age is not just the one that is being fought against Imperialist occupation of Muslim lands or the pursuit for restoration of Islamic world domination but the prevention of this effort to Protestantize Islam at the hand of Muslims who are creating an anti-thesis against a mythical Papacy in Islam that never existed.

What is required is not reconstruction or revision of Islamic thought but merely reconnection to the body of Islam both in structure and ideas as that body is preserved by the guarantees of Allah.